بعض معمولاتِ اہلسنت خصوصاً سلسلہ رفاعیہ سے متعلق کچھ سوالات کے
تشفی بخش جوابات پر مشتمل ایک پُر مغز اور ایمان افروز رسالہ

تُحفۂ رِفاعیہ

:- تالیف لطیف :-
شیخ سید نورالدین سیف اللہ - رحمہ اللہ -

:- تسہیل و تحقیق :-
محمد افروز قادری چریاکوٹی

مزارِ پُر انوار سلطان العارفین حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ام عبیدہ، عراق شریف)

تحریک برکات امام شافعی (مرکز ونی پرار، رائے گڈھ کوکن)

بِأبِي أنتَ وأمِّي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيکَ أيُّهَا النَّبِيُّ الأمِّيُّ

تفصیلات

کتاب	:	تحفۂ رفاعیہ (تاریخی نام: نورالتحقیقات ۱۳۰۶ھ)
موضوع	:	اِصلاحِ فکرواِعتقاد
تالیف	:	شیخ سیدنورالدین سیف اللہ - رحمہ اللہ ورضی عنہ - ابن صاحب سجادہ احمدیہ شیخ سیدابوالنصر محمد امین اللہ معروف بہ سید حسام الدین الحسینی الموسوی الرفاعی
تسہیل وتحقیق	:	ابورِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی - عفی عنہ - پروفیسر: دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ afrozqadri@gmail.com
نظرثانی	:	علامہ مولانا سیدمحمد رضوان رفاعی ثقافی - حفظہ اللہ -
حروف چیں	:	فہمی چریاکوٹی
صفحات	:	چھیانوے (۹۶)
اشاعت	:	۲۰۱۰ء - ۱۴۳۱ھ
قیمت	:	؍روپے
تقسیم کار	:	اِدارہ فروغِ اسلام، چریاکوٹ، مئو، یوپی، انڈیا

فہرست

پس منظر

معمولاتِ اہلسنّت و جماعت پر مشتمل اپنی نوعیت کی جداگانہ تصنیف ''انوارِ ساطعہ'' کی تسہیل وتجدیداور تخریج وتحقیق کے بعد یہ مزاج بن گیا کہ اس رنگ وآہنگ کی جو بھی کتاب ہاتھ لگے اس کی تحقیق وتسہیل کرنا میرا اَولین فریضہ ہوگا؛ چنانچہ ایک دن اِنٹرنیٹ پر بیٹھا اَہل سنت و جماعت کی کچھ کتابوں کی تلاش میں سرگراں تھا کہ اَچانک یہ کتاب نظر اَفروز ہوئی، پہلی فرصت میں اسے ڈاؤن لوڈ کیا اور پھر اس کی تسہیل وتحقیق میں جٹ گیا۔ سلسلہ عالیہ رفاعیہ کے کچھ اُمور سے متعلق میرے ذہن وفکر میں خود دو ایک سوال مدتوں سے اُبھرتے رہے تھے مگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کے مینہ برسائے صاحب رسالہ کی قبر پر جنھوں نے اتنی جامع اور بصیرت افروز کتاب لکھ کر مجھ سمیت ہزاروں اَفراد کے ذہنوں سے شکوک وشبہات کی گرد صاف کردی ہے۔

نہیں معلوم کہ یہ کتاب مارکیٹس میں دستیاب ہے یا نہیں، میں تو اس وقت صحراے افریقہ میں بیٹھا یہ سطریں لوحِ قرطاس پر ثبت کررہا ہوں؛ تاہم اس کتاب کی اَہمیت واِفادیت کے پیش نظر اس کی اشاعت وتشہیر وقت کی اَہم ضرورت ہے؛ کیوں کہ سلسلہ رفاعیہ کے کچھ معمولات خصوصاً راتب وغیرہ -جس میں گرز وشمشیر وغیرہ سے ضرب کی جاتی ہے- مدتوں سے اہل علم کے درمیان تشنۂ تحقیق اور وجہِ اختلاف رہے ہیں۔ فاضل مصنف نے جس خوش اُسلوبی اور سادہ بیانی سے بارہ سوالوں کے جوابات کتاب وسنت کی روشنی میں فراہم کیے ہیں اس سے اُن کے مبلغ علم اور طبع وقاد کا پتا چلتا ہے۔ اللہ کرے یہ کتاب اِصلاحِ فکر واِعتقاد کا باعث ہو، اور سرکار کے نعلین پاک کے طفیل ہمیں دین و دنیا میں سروخروئی نصیب ہو۔ آمین۔ -اللہ بس باقی ہوس-

ابورفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی

۸/ربیع الاوّل ۱۴۳۱ھ -مطابق- ۲۲/فروری ۲۰۱۰ء

کلماتِ تبریک

مصلح ملت مبلغ اِسلام علامہ **محمد عبد المبین نعمانی** قادری -دامت برکاتہم العالیہ-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلى و نسلم على رسوله الكريم و اٰله وصحبه اجمعين أما بعد!

سید الاولیاء ابوالعباس سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھٹویں صدی ہجری کے ان اکابر اولیا میں سے ہیں جن کا چرچا مشرق تا مغرب ہے عرب ممالک میں ان کی شہرت کچھ زیادہ ہی ہے۔

ہندو پاک میں بھی آپ کا سلسلہ بیعت پھیلا ہوا ہے اور آپ کی کرامات کے شہرے ہیں، عربی فارسی کے ساتھ اردو میں بھی کئی کتابیں اور تراجم آپ کے تعلق سے منظر عام پر آ چکے ہیں، اس کی ایک کڑی 'تحفۂ رفاعیہ' بھی ہے جو اسی سلسلے کے ایک بزرگ حضرت شیخ سید نورالدین سیف اللہ رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تالیف ہے۔

اس کا تاریخی نام ''نورالتحقیقات'' (۱۳۰۶ھ) ہے۔ کتاب سوا سو سال پرانی ہے، اُسلوب و انداز بھی قدیم تھا؛ لیکن عزیزی مولانا محمد افروز قادری چریا کوٹی -زید مجدہ و علمہ- نے اس کو جدید ترتیب وتہذیب کا جامہ پہنا دیا ہے، جس سے یہ کتاب عام فہم ہوگئی ہے اور اس سے استفادہ بھی آسان ہوگیا ہے۔

اس میں معمولات مشائخ، معمولات اہل سنت اور بعض معمولات سلسلہ رفاعیہ کے دلائل ہیں، نیز معترضین کے جوابات بھی، جو انصاف پسند حضرات کے لیے ضرور قابل قبول ہوں گے۔ البتہ معاندین و دشمنانِ بزرگان دین کو سمجھانا آسان کام نہیں کہ ان کے

دلوں کے دروازے بند ہوتے ہیں اور آنکھوں پر تعصب کا پردہ پڑا ہوتا ہے۔

کتاب میں ایک مسئلہ دف کا بھی ہے، اور یہ سلسلہ رفاعیہ کے خاص معمولات سے ہے؛ چونکہ امام کبیر سید احمد رفاعی علیہ الرحمۃ و الرضوان شافعی تھے اور غالبًا شوافع کے نزدیک دف مطلق جائز ہے جیسا کہ کتاب میں مذکور دلائل سے پتہ چلتا ہے؛ البتہ اَحناف میں بعض فقہا نے اگرچہ مطلق جواز کا قول کیا ہے ؛ لیکن فتویٰ بشرائط جواز پر ہے مطلق نہیں۔

اس کی تفصیل مجدد اِسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کے رسالہ 'ہادی الناس فی رسوم الاعراس (۱۴۲۳ھ)' معروف بہ 'رسوم شادی' میں موجود ہے؛ لہٰذا اَحناف احتراز کریں تو ان کو اس کا حق ہے، اور شوافع اختیار کریں تو ان پر اعتراض کی بھی گنجائش نہیں!۔

فاضلِ جلیل مولانا سید رضوان رفاعی ثقافی -حفظہ ربہ- اور ان کے رفقا شکریہ و تحسین کے مستحق ہیں، جن کی کوششوں سے یہ نایاب ذخیرۂ علمی منظر عام پر آیا ہے۔ امید کہ اسی طرح سلسلہ رفاعیہ کے اور بھی ذخائر علمیہ منصّۂ شہود پر آتے رہیں گے، اور اہل علم و تصوف کے لیے ان سے استفادے کی راہیں ہموار ہوتی رہیں گی۔

صاحب سلسلہ رفاعیہ کے تعلق سے بعض نافہم اور ناعاقبت اندیش حضرات کی یہ روش اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ بزرگوں کے فرق مراتب کے سلسلے میں خواہ مخواہ اِصرار کرتے ہیں ۔اللہ کی بارگاہ میں کس بزرگ کا کیا مقام ہے؟ اور کون کس سے افضل ہے؟؟ یہ معاملہ ایسا نہیں کہ بہ آسانی دلائل یقینیہ سے حل کیا جا سکے۔

اس سلسلے میں زبانِ خلق اور معاصر معتمدین کے اقوال سے بطورِ ظن غالب کچھ کہا جاسکتا ہے؛ لیکن اس طرح کی باتیں یقینیات سے تعلق نہیں رکھتیں؛ اس لیے ان کو کسی طرح نزاعی مسئلہ بنانا درست نہیں۔

ہاں ہر آدمی کو اس کا عقیدہ رکھنا درست ہے کہ ہمارا شیخ پورے عہد میں ہمارے لیے سب سے ممتاز اور افضل ہے؛ لیکن یہ عقیدت اس کی اپنی ذات تک ہی محدود رہنی چاہیے، اس کو عموم کا درجہ نہیں دیا جانا چاہیے۔

بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ سب ہمارے ہیں، ان کی عقیدت وعظمت ضرور ہمارے دلوں میں ہونی چاہیے، کہ اللہ والوں کی عقیدت ومحبت ایمان کا حصہ ہے، اور ان سے دشمنی وعداوت' خدا سے اعلانِ جنگ ہے؛ جو ایمان کے لیے زہر قاتل سے کم نہیں؛ لیکن فلاں کو فلاں سے افضل ماننا یہ ضروری نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اِتحاد کی توفیق دے کہ تمام سلاسل طریقت کے ماننے والے آپس میں مل جل کر رہیں اور ان کے اِرشادت پر عمل پیرا ہوں، اور کسی بزرگ کی توہین سے قطعاً پرہیز کریں، اسی میں ہماری بھلائی ہے اور اسی میں ہم بزرگوں کے فیوض و برکات سے متمتع ومستفید ہو سکتے ہیں۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

محمد عبد المبین نعمانی قادری

المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

۱۱/ذی القعدہ ۱۴۳۱ھ......مطابق: ۲۰/اکتوبر ۲۰۱۰ء

تاثرِ جلیل

حضرت علامہ ومولانا مفتی مشتاق احمد قادری عزیزی

صدر شعبۂ افتاء جامعہ اہلسنّت صادق العلوم، ناسک شریف

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ، نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ، اما بعد !

پیش نظر کتاب جس کا عرفی نام 'تحفۂ رفاعیہ' اور تاریخی نام' انوارالتحقیقات ۱۳۰۶ھ' ہے جو رفاعی سلسلہ میں رائج راتب کے بارے میں کیے گئے سوالات کے قرآن و حدیث درجنوں کتبِ فقہ وتفاسیر واَقوالِ سلف سے ماخوذ محققانہ ومدققانہ جوابات پر مشتمل ہمعصر اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی چودھویں صدی ہجری کے اوائل کے شہرہ آفاق محدث وفقیہ حضرت شیخ سید نورالدین سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی عبقری فکر ونظر وتبحر علمی کا اعلیٰ ترین شاہکار ہے، جس کی ہر ہر سطر اور طرزِ نگارش ان کی محدثانہ عظمت اور فقیہانہ بصیرت کا آئینہ دار ہے۔

یہ کتاب اپنے خصوصی موضوع کے علاوہ دیگر اِصلاحی پہلوؤں کو بھی محیط ہونے کے باعث اہل سنت کے ہر طبقہ میں مفید، کارآمد اور اَربابِ علم وتحقیق کی تسکین خاطر کا بیش بہا سامان ہے۔

دلائل و براہین کا یہ گوہر آبدار تقریباً ایک صدی سے زائد عرصہ سے گمنامی کے اندھیروں سے دوچار تھا؛ لیکن- خدا عمر نوح بخشے- مبلغ اِسلام اَدیب العصر حضرت علامہ محمد افروز قادری چریاکوٹی- پروفیسر دلاص یونیورسٹی کیپ ٹاؤن افریقہ- کو کہ انہوں نے شبانہ

روز کی عرق ریزی وکاوش کے بعد اس شاہکارِ تحقیق کے قدیم پیکر کو جدید ترتیب وتسہیل و تخریج کی آرائشوں سے مزین ومرصع فرما کرارباب فکرونظر کی بزم میں عروسِ نو بنا کر پیش کرنے کی لازوال سعادت سے خودکو مالا مال کیا۔ فمنح اللّٰه لهٗ اجراً جزيلا .

موصوف اس کارِ علمی پر وابستگانِ سلسلہ رفاعیہ کی جانب سے خصوصاً اور عامۃ المسلمین کی طرف سے عموماً ہدیۂ تبریک وتشکر کے مستحق ہیں۔

اسی کے ساتھ اس تحریک وعمل کے گرم جوش اور فعال محرک حضرت علامہ سید رضوان صاحب قبلہ ثقافی رفاعی شافعی (استاذ جامعہ اہل سنت صادق العلوم، شاہی مسجد، ناسک و رکن تحریکِ برکاتِ امام شافعی) کی مساعی جمیلہ بھی قابل قدر اور نا قابل فراموش ہیں۔

خداوند قدوس کتاب میں ہر نوع کے شریک وسہیم کو سرخروئی دارین عطا فرمائے۔آمین بجاہِ النبی الرؤف الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مشتاق احمد قادری عزیزی امجدی

استاذ: جامعہ اہلسنّت صادق العلوم

شاہی مسجد، ناسک سٹی، مہاراشٹر

۱۰رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

پیش لفظ

از: محبّ محترم فاضل مکرم علامہ مولانا سید محمد رضوان رفاعی ثقافی - مدظلہ العالی -

'عدۃ النوبۃ وحضرۃ الرفاعیۃ' سلسلۂ عالیہ رفاعیہ کا دائروں کی لے پر کیا جانے والا انوکھا طریقۂ ذکر جو ہندو پاک میں 'راتب رفاعیہ' کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ حلقۂ ذکر میں جب نعت ومنقبت، کلمہ توحید اور قصیدوں کی بھینی بھینی صدائیں دف کی آوازوں سے بلند ہونے لگتی ہیں تو محفل میں ایک روحانی سماں بندھ جاتا ہے، اور رفاعی فقراء لذتِ ذکر سے سرشار و مدہوش ہو کر عالم وجد میں' آہنی آلات مثلاً گرز و شمشیر، خنجر و سیخ وغیرہ سے اپنے جسم پر ضربیں لگاتے ہیں، بے خوف وخطر دہکتے کوئلوں میں کود جاتے ہیں، زہر اور تانبے کو پانی کی طرح پیتے ہیں؛ مگر بدن سے نہ قطرۂ خون رستا ہے اور نہ ہی کسی تکلیف و اَذیت کا اِحساس ہوتا ہے اور نہ ہی زخموں کے نشانات ابھرتے ہیں، مجمع پر ایک کیف سا طاری ہو جاتا ہے، اور حاضرین دم بخود ہو جاتے ہیں۔ یہ منظر بڑا ہی روح پرور و ایمان افروز ہوتا ہے۔

راتب رفاعیہ کب، کہاں، کیسے، اور کیوں؟ کے تاریخی سرمایہ پر علماے اہلسنّت کی گرآں قدر نگارشات کا بڑا اہم ذخیرہ' معتبر کتب میں موجود ہے؛ جس کی تفصیل کے لیے صفحات درکار ہیں۔ بطور اختصار اس کا لب لباب و خلاصہ کلام کچھ اس طرح ہے۔ احیاے سنت و اصلاح فکر و اعتقاد، روحانیت کا مادیت پر غلبہ کا جیتا جاگتا ثبوت، منکرین عظمت اولیا کے خلاف رفاعی صوفیوں کا بر ملا اظہارِ احتجاج، فتنۂ تاتار میں بغداد کے مظلوم مسلمانوں کی آہوں کو مشائخ رفاعیہ کا بخشا ہوا اِحساس تحفظ، شاہ تاتار ہلا کو خان و غازان خان اور ان کے لشکر کے لیے انعام خسروی، جس کی برکتوں سے وہ آشناے اسلام و ایمان

ہوئے۔سلطان العارفین سیدنا سیداحمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان اور جلیل القدر کرامت جو بعد وصال بھی آپ کے خلفاء ومریدین ومنتسبین میں جاری وساری ہے۔
(الاصول الاربع فی طریق الغوث الرفاعی الارفع سید محمد کمال الدین رفاعی دمشقی)

امام اجل عالم ربانی فقیہ عصر سید عبدالرحمٰن بن محمد شافعی المشہور باعلوی مفتی الدیار الحضرمیۃ رحمۃ اللہ علیہ تقسیم خوارق عادات وکرامات کے ضمن میں راتب رفاعیہ کی حلت و جواز پر رقمطراز ہیں :

الذین یضربون صدورھم بالدبوس اویطعنون اعینھم اویحملون النار ویاکلونھا وینتمون الیٰ سیدی احمد الرفاعی وسیدی احمد بن علوان اوغیرھما من الاولیاء ان کانوا مستقیمین علی الشریعۃ قائمین بالاوامر تارکین للمناھی عالمین بالفرض العینی من العلم عاملین بہٖ لم یتعلموا السبب المحصل لھذا العمل فھومن حیز الکرامۃ .

(بغیۃ المسترشدین،۲۹۹مطبع مصر ۱۳۷۱ھ۔۱۹۵۲م)

یعنی جولوگ گرز یا چھری سے اپنے سینے پر ضرب لگاتے ہیں یا آنکھوں میں سیخیں چبھوتے ہیں یا انگاروں کو ہاتھوں اور منہ میں لیتے ہیں اور اس عمل کو سیدی احمد رفاعی اور سیدی احمد ابنِ علوان یا اُن کے علاوہ دیگر اولیاء رحمۃ اللہ علیہم سے منسوب کرتے ہیں اگر وہ لوگ شریعت مطہرہ کے پابند، احکام الٰہی کے بجالانے والے، منہیاتِ شرعیہ سے باز رہنے والے اور فرضِ عین کے عالم و عامل ہوں اور اس عمل کے اظہار وحصول کے لیے کوئی دوسرا سبب مثلاً سحر وجادو وغیرہ نہ سیکھا ہوتو یہ کرامت ہے۔

سلطان العارفین ابوالعباس سیدنا سیداحمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حق جل شانہ دین وسنت کے احیا کے لیے کسی کو مظہر کرامت بنادے تو ایسی صورت میں

اظہار کرامت سے کوئی ڈر و خوف نہیں، اور اگر کوئی درہم و دینار کے حصول کے لیے کرامتوں کا اظہار کرے تو وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے دنیا و آخرت میں بری ہوں۔(البرہان المؤید)

وقتِ مسرت ہے کہ پیشِ نظر کتاب 'تحفۂ رفاعیہ' تسہیل و تحقیق (نور التحقیقات مصنفہ عارف باللہ سید نور الدین سیف اللہ رحمۃ اللہ علیہ) کے پردے میں ہم اور آپ اخی الفاضل علامہ محمد افروز قادری چریاکوٹی کے دیدار سے مشرف ہو رہے ہیں جو فی الوقت صحرائے افریقہ کی معروف یونیورسٹی 'دلاص' میں اِسلامیات کے لیکچرر ہیں، مزید برآں صحافتی میز سے زبان واَدب اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی خدمت کر رہے ہیں۔

نور التحقیقات تو عنقا ہو چکی تھی، اور آہ! اگر وہ کسی عدیم الفرصت خوش نصیب کے طاقِ نسیاں کی زینت بنی ہوتو اس کی لسانی قدامت نیز عہد رفتہ کا پیرایۂ سخن کسی لسانُ العصر کو دعوتِ تسہیل و تحقیق دے رہا تھا، فاضل محقق نے اپنی فکر و قلم کا رخ اس عظیم کارنامے کی طرف پھیر کر وقت کی ایک اہم ترین ضرورت کی تکمیل کی ہے۔

میرے ناقص علم میں پورے ہندو پاک میں راتبِ رفاعیہ پر اتنی جامع و مدلل کتاب نہیں ہے جس میں راتب رفاعیہ اور معمولاتِ سلف وخلف کے درمیان تطابق و توافق کو قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔لاریب 'تحفۂ رفاعیہ' کتب اِسلامیہ میں عموماً اور دیوانِ رفاعیہ میں خصوصاً ایک خوشگوار اضافہ ہے۔تسہیل و تحقیق و تخریجِ مصادر نیز فقہ شافعی کی مفتی بہا کتابوں سے حوالجات کی صف بندی نے کتاب میں روح پھونک دی اور اس کے حسن کو دوبالا کر دیا۔

طریقۂ رفاعیہ اور راتب رفاعیہ کی اصل و حقیقت کے متلاشیوں کو کتابِ مستطاب کا مطالعہ نہ صرف مطمئن و مسرور کر دے گا بلکہ جملہ شکوک و شبہات کو چاک چاک کر دے گا؛ بالخصوص گلشن مخدوم کوکن کے باسیوں کے لیے جو آج بھی راتب رفاعیہ کی محفلوں کے دیپ

جلائے بیٹھے ہیں،تحفۂ رفاعیہ کا مطالعہ نافع وایمان افروز ثابت ہوگا۔اور رہی بات نجدی و وہابی مکتبۂ فکر کے منہ زوروں کی جنھوں نے عرصہ دراز سے راتب رفاعیہ کی حلت وجواز پر بھی واویلا مچا رکھا ہے تو ان کے دلوں کا اطمینان ہمارے ہاتھوں نہیں؛ تاہم کار ہدایت کے لیے اسباب کا مہیا کرنا سنتِ الٰہی ہے،منکرینِ عظمتِ اولیا کے لیے تحفۂ رفاعیہ کا ایک ایک حرف حق وصداقت کا تازیانہ ہے :

فسوف ترى اذا انكشف الغبار

أ فرس تحت رجلک أم حمار

ہم مشکور وممنون ہیں حضرت علامہ سید حسام الدین رفاعی ولیعہد خانقاۂ عالیہ رفاعیہ، بروڈا شریف، پیرطریقت مبلغ اعظم ہند علامہ محمد عبد المبین نعمانی قادری، مفتی مشتاق صاحب کے ساتھ ان جملہ مخلصین ومخیّرین حضرات کے جنہوں نے اس شمع ہدایت کو روشن کرنے میں دامے درمے قدمے قلمے سخنے حصہ لیا،**فجزاهم الله خير الجزاء في الدنيا و الاخره.**

خدا کرے محبّ گرامی علامہ قادری چڑیا کوٹی کا یہ تحقیقی اورتحریک کا یہ اشاعتی سفر تادم حیات جاری رہے۔حق سبحانہٗ تعالیٰ مجھ عاصی و جملہ معاونین کو سلطان العارفین سیدنا غوث الرفاعی کے روحانی فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے۔ **اللّٰهم ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم بسيدنا محمدوعترته الطاهرين برحمتک يا ارحم الراحمين** اسی حرفِ دعاوتمنا کی شمع فروزاں کیساتھ الوداع۔

سید رضوان احمد ابن سید حسین رفاعی

استاذ: جامعہ اہلسنّت، ناسک شریف

ونائب صدر: تحریکِ برکاتِ امام شافعی، رائے گڈھ، ونی پرار، کوکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه الذي أنار أسرار معرفته بنور الدين و الإسلام ، و أفاض أنوار ربوبيته على من سلک طريق الحق ثم استقام ، و زين قلوب أوليائه الذين أحكموا أحكام الشريعة و الطريقة غاية الإحكام ، و نور فؤاد أحبائه الذين تشبثوا بأذيال الشريعة و تمسكوا بسنة خير الأنام ، و الصلوٰة و السلام على من هو صاحب الصدر و المقام الذي نور تحقيقاته أزال الشبهات و الأوهام ، و نور بأنوار هدايته الكائنات و رفع منها الظلام ، و جعله اللّٰه تعالىٰ خليفة لهداية الخواص و العوام ، و هو باعث وجود الموجودات من العرش إلى الفرش حتى الأنبياء و الملائكة الكرام ،كما ثبت ذلک بحديث قدسي عن اللّٰه تعالىٰ ذى العز و الجلال و الإكرام ، و علىٰ آله الطاهرين من الرجس و الأثام ، و هم كسفينة نوح علىٰ نبينا و عليه الصلوٰة و السلام ، و أصحابه الذين تشرفوا بشرف مجلسه و قرب المقام ، ففازوا بالنعمة السرمدية وكمال المرام ، الذين رفعوا رأيات الدين و نشروا الأعلام لهداية طريق الحق و إبطال الكفر و الأزلام ، و فرقوا بين الحق والباطل بالدلائل و البراهين و الصمصام ، و على جميع التابعين الكرام و تابعي التابعين العظام و على من تمسک بسلسلة إرشاده مريداً عروج معارج الكرام ، و طالبا للحق و صعود المقام إلى يوم الحشر و القيام .

أما بعد !

سببِ تالیف

حمد و صلوٰۃ کے بعد راہِ شریعت و طریقت پر چلنے والوں اور جادۂ حقیقت و معرفت کی پیروی کرنے والوں پر روشن و آشکار ہونا چاہیے کہ اس رسالے کی تحریر و ترتیب کا سبب و مقصد کیا ہے!۔تو (دراصل) سلسلہ عالیہ رفاعیہ اور طریقہ احمدیہ سے منسلک و متعلق اکثر حضرات نے مجھ کم علم سے بارہا اِصرار کیا کہ (بڑا اچھا ہوتا) اگر کوئی ایسا رسالہ تیار کر دیا جاتا جس میں مشربِ رفاعیہ کے جملہ لوازمات اور مسلک اَحمدیہ کی ساری ضروریات' اَحادیث صحیحہ اور روایاتِ معتبرہ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دی جاتیں؛ لہٰذا اِس فقیر حقیر خادم طلبہ و مشائخ سید نور الدین سیف اللہ-ابن حضرت صاحب سجادہ احمدیہ شیخنا و مولانا سید ابوالنصر محمد امین اللہ المعروف سید حسام الدین الحسینی الموسوی الرفاعی- نے احادیث و روایات کے حوالے سے ''تحفہ رفاعیہ'' نامی یہ رسالہ مرتب کیا،جس کا تاریخی نام ''نور التحقیقات ۱۳۰۶ھ'' ہے جس میں ایک فائدہ کے ساتھ بارہ سوالوں کا مدلل جواب درج ہے ۔ جو-بحمدہٖ تعالیٰ-سورت و بمبئی وغیرہ کے مشاہیر علماے دین ، قاضیانِ شرع متین اور مشائخ سجادہ نشین کی (تائیدی) دستخطوں اور مہروں کے ساتھ ہدیہ قارئین و ناظرین ہے۔

پروردگارِ عالم بطفیل رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' جملہ اہل اِسلام کو اَولیاے کرام کی محبت و عقیدت نصیب کرے۔نیز شریعت مطہرہ کی پیروی اور مسائل دینیہ سے آگہی کی انھیں توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

و اللّٰہ یھدی من یشاء إلی سبیل الرشاد

و علیہ التوکل والاعتماد

رباعی

آں کس کہ کمالِ اَولیا را نہ شناخت
ویں نعمت خاص بے بہا را نہ شناخت

پس شکر نہ کرد وحب ایشاں نہ گزید
میداں بہ یقیں کہ او خدا را نہ شناخت

یعنی وہ شخص کہ جسے اولیا و بزرگانِ دین کی کمالِ عظمت کی پہچان نہ ہو
سمجھ لو کہ وہ ایک عظیم اور گراں مایہ سرمایہ کی شناخت سے محروم رہ گیا
جس نے اتنی عظیم دولت پا کر بھی ناشکری کی اور اُن کی محبت واُلفت
سے اپنے آبگینہ دل کو منور وتابناک نہ کیا
تو پھر بالیقین جان لو کہ اسے درحقیقت خداوند قدوس ہی کی شناخت نہیں ہے۔

استفتا

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیانِ شرع مبین-زادہم اللہ تعالیٰ شرفا وتعظیما-مندرجہ ذیل سوالاتِ مستفسرہ کے بارے میں۔ صحیح الاسناد اَحادیث اور فقہ کی کتابوں کی روشنی میں تفصیل سے ان کے جوابات بیان فرما کر ماجور ومشکور ہوں۔ بَیِّنُوا تُوجَرُوا.

نکاح و ولیمہ کے وقت دف بجانا کیسا؟۔

سوالِ اول :

نکاح، ولیمہ یا بچے کی پیدائش کے وقت دف یعنی دائرے کا بجانا درست و جائز ہے یا نہیں۔

جوابِ اول :

سوال ملاحظہ کرنے کے بعد اُس کا جواب از روے شرع مجھ پر یوں منکشف ہوا کہ نکاح، ولیمہ یا بچے کی پیدائش کے وقت بلکہ ہر شرعی خوشی کے موقع پر دائرہ (دَف) بجانا جائز و درست ہے، اور فقہ کی معتبر کتابوں سے اس کا مباح ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ عینی شرح کنزالدقائق کے-باب الشہادۃ-میں ہے :

و من الناس من أجاز الغناء في العرس، ألا ترى أنه لا بأس بضرب الدف فيه إعلانا للنكاح .

یعنی بعض لوگوں (۱) نے شادی کے موقع پر غنا کو جائز قرار دیا ہے۔ دیکھیں نا کہ نکاح کا اِعلان کرنے کی غرض سے اس میں دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فتاویٰ مختصر شافی کی -فصل فی السماع و التغنی و المزامیر- میں لکھا ہے :

و من الناس من جوز ذٰلک في العرس و الوليمة و إن كان فيه نوع لهوٍ و طربٍ لم يكن به بأس لأن فيه إظهار النكاح و به أمر صاحب الشرع 'أَعْلِنُوا النِّكَاحَ وَ لَو بِالدُّفِّ' . (۲)

یعنی بعض مشائخ نے شادی اور ولیمہ میں غنا کی اِجازت دی ہے۔ اگر خوشی کے اس موقع پر لہو وطرب کا کچھ اَنداز پیدا ہوجائے تب بھی اس میں کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ اس میں نکاح کا اظہار و اِعلان ہے۔ اور اس کا حکم تو سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا ہے کہ نکاح کا اِعلان کرو خواہ دف بجا کر ہی سہی۔

یوں ہی درمختار کے ترجمہ'غایۃ الاوطار' کی جلد دوم -کتاب النکاح- میں ہے :

مراد زفاف سے یہاں عورتوں کا اجماع ہے۔ اس واسطے کہ شب زفاف میں عورتوں کا جمع ہونا عرف میں لازم ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ زفاف سے مراد دف بجا کر اعلان کرنا ہے۔

نیز اسی کتاب کی جلد سوئم کے صفحہ ۳۹۸ -کتاب الشہادۃ- میں لکھا ہے :

---

(۱) یہاں 'الناس' سے مراد فقہا و مشائخ ہیں جیسا کہ تبیین الحقائق میں اس کی تصریح ہے :

و مِن المشايخِ من جاز الغِناءَ فِي العرسِ ألا ترى أنه لا بأس بِضربِ الدُّفِ فِيهِ إعلانا لِلنِكاحِ . (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق: ۲۷۱/۱۲)

یعنی بعض مشائخ کرام نے خوشی کے موقع پر غنا کو جائز قرار دیا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ نکاح کا اعلان کرنے کی غرض سے اس کے اندر دف بجانے میں کوئی حرج نہیں!۔ -چڑیا کوٹی-

(۲) المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی ابن مازہ: ۱۷۳/۹۔

اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہے وہ دف ہے نکاح اور نکاح کی مانند ہر سرور حادث میں -كذا في الطحطاوي عن البحر-

اسی کتاب کی جلد سوئم صفحہ ۳۹۹ -کتاب الشہادۃ- میں تحریر ہے :

اور بعض فقہا نے جائز رکھا ہے سرود کو نکاح میں جیسے دف بجانا اس میں جائز ہے اور بعضوں نے اس کو مباح کہا ہے مطلقاً نکاح اور غیر نکاح میں۔

اسی کتاب کی جلد سوئم صفحہ ۳۰۰ -کتاب الشہادۃ- میں درج ہے :

اور مغنی میں ہے کہ ملاہی دو قسم کی ہے ایک محرم چنانچہ آلات مطربہ غنا جیسا کہ مزمار و طنبور وغیرہ اور دوسری قسم مباح ہے وہ دف ہے نکاح اور اس کے مانند اور سرورِ حادث میں۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ نکاح کا اِظہار دف بجا کے کرنا سنت ہے۔ چنانچہ ابن بطال نے شرح بخاری میں روایت کیا ہے :

قال المهلب: السنة إعلان النكاح بالدف ...(۱)

یعنی شیخ مہلب فرماتے ہیں کہ نکاح کا اعلان دف کے ساتھ کرنا سنت ہے۔

نیز امام احمد بن حنبل کے نزدیک نکاح میں دائرہ (دف) بجانا مستحب ہے۔ (۱) چنانچہ شیخ شمس الدین مقدسی حنبلی نے المقنع کے اندر -کتاب النکاح- کے تحت لکھا ہے :

يستحب ضرب الدف في النكاح . (۲)

یعنی نکاح میں دف بجانا مستحب ہے۔

---

(۱) شرح ابن بطال: ۲۶۱/۱۳۔

(۲) المبدع شرح المقنع: ۱۸۰/۸......المغنی: ۳۶/۱۵۔اسی صفحہ میں امام احمد بن حنبل کا یہ قول بھی نقل ہے کہ: لا بأس بالدف في العرس و الختان. یعنی شادی اور ختنہ کے موقع پر دف بجانے میں کوئی حرج نہیں۔ -چریا کوٹی-

علیٰ ہذا القیاس فقہاے شافعیہ بھی نکاح اور ولیمہ میں دائرہ بجانا مستحب جانتے ہیں۔
چنانچہ فقیہ حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ عامری بغدادی شافعی اپنی کتاب کے - باب السماع -
میں تحریر فرماتے ہیں :

لما قسم ضرب الدف تقسیماتٍ قال و ضربٌ یستحب فالمستحب في العرس و الولیمة . و قال صاحب البیان و ابن عصرون و ابن درباس صاحب الاستقصاء و ایراد المحاملي یقتضیه و کذا الجرجاني في تحریره و کذلک سلیم الرازی في کتاب المسمی بالمحرر، و إلیه أشار عماد الدین السهروردي صاحب الذخیرة ، و نقل ابن حمدان الحنبلي قولا في مذهب أحمد فقال و الدف یباح في العرس و قیل و الختان ، ذکره في الرعایة الکبریٰ .

یعنی فقہاے کرام نے دف بجانے کے بہت سے مواقع بیان فرمائے ہیں۔ تو شادی اور ولیمہ میں دف بجانا مستحب ہے۔ صاحب بیان، ابن عصرون، اور ابن درباس صاحب الاستقصاء نے بھی یہی کہا ہے، اور محاملی کے اعتراض کا مقتضا بھی یہی ہے۔ یوں ہی علامہ جرجانی نے ''تحریر'' میں اور سلیم رازی نے اپنی کتاب ''محرر'' میں بیان فرمایا ہے۔ اور صاحب ذخیرہ عماد الدین سہروردی نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ابن حمدان حنبلی سے مذہب حنبلی میں ایک قول منقول ہے کہ شادی اور ایک قول کے مطابق ختنہ کے مواقع پر دف بجانا مباح ہے، جس کا ذکر ''رعایۃ الکبریٰ'' میں آیا ہے۔

اسی طرح علماے مالکیہ کی تحریر میں بھی دف بجانے کی اِباحت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی اپنی کتاب ''الاحکام'' میں فرماتے ہیں :

......إن آلات اللهو المشتهرة للنكاح يجوز استعمالها فيه و ذكر الدف منها . (۱)

یعنی نکاح (کے اظہار) کے لیے جو آلاتِ لہو مشہور ہیں ان کا اس میں استعمال جائز ہے اور انھوں نے دف کو انھیں میں سے شمار کیا ہے۔

تو فقہ کی اِن معتبر روایتوں سے ظاہر ہے کہ نکاح یا ولیمہ میں دف بجانا درست و جائز ہے۔ بلکہ بعض علما نے اس کو مستحب و مسنون بھی کہا ہے مشکوٰۃ شریف کے -باب النکاح- میں مذکور اُس حدیث کی وجہ سے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت فرمایا ہے :

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم : أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد و اضربوا عليه بالدفوف . (۲)

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح کا اِعلان واظہار کیا کرو، نکاح، مسجدوں میں کیا کرو، اور (خوشی کے) اس موقع پر دف بجایا کرو۔

اور مشکوٰۃ شریف کے -باب النکاح- ہی میں ہے :

و عن محمد بن حاطب الجمحي عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال : فصل ما بين الحلال و الحرام الصوت والدف

(۱) مواہب الجلیل فی شرح مختصر الشیخ خلیل: ۱۱/۳۷-باب تنبیہ انواع الاطعمۃ فی بعض الاعراس...-

(۲) سنن ترمذی: ۴/۳۴۳حدیث: ۱۱۱۲......مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۲۱۴حدیث: ۳۱۵۲......سنن کبریٰ بیہقی: ۷/۲۹۰......جمع الجوامع سیوطی: ۱/۴۱۲۹......کنز العمال: ۱۶/۲۹۱حدیث: ۴۴۵۳۶......مسند جامع: ۵۰/۲۰۰حدیث: ۱۶۶۷۷......تخریج احادیث الاحیاء: ۳/۴۵۵حدیث: ۱۴۵۵......اسنی المطالب فی احادیث مختلفۃ المراتب: ۱/۶۰حدیث: ۲۱۹......المقاصد الحسنہ سخاوی: ۱/۱۲۵حدیث: ۱۲۹......العلل المتناہیۃ: ۳/۶۲۶حدیث: ۱۰۳۴۔

في النكاح .(۱)

یعنی حضرت محمد بن حاطب جمحی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا: نکاح کے اندر حلال وحرام کے درمیان فرق کرنے والی چیز دف بجانا ہے۔

نیز مشکوٰۃ شریف کے -باب الاعلان- میں بخاری شریف کے حوالے سے ایک حدیث یوں نقل ہوئی ہے :

عن الربيع بنت معوذ بن عفراء قالت : جاء النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فدخل حين بنی علي فجلس علی فراشي كمجلسک منی فجعلت جويريات لنا يضربن بالدف ويندبن من قتل من آبائی يوم بدر إذ قالت إحداهن : وفينا نبی يعلم ما فی غد فقال : دعی هذه وقولی بالذی كنت تقولين .

یعنی ربیع بنت معوذ بن عفرا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری شادی کے دن ہمارے پاس آئے اور جیسے تم میرے پاس بیٹھے ہو یوں ہی میرے بستر پر تشریف فرما ہو گئے ۔تو (موقع غنیمت جانتے ہوئے) ہماری بچیاں دف بجانے لگیں، اور جنگ بدر میں جام شہادت نوش کرنے والے ہمارے آباؤ اَجداد

(۱) مشکوٰۃ المصابیح:۲/۲۱۵حدیث:۳۱۵۳......سنن نسائی:۶/۴۳۷حدیث:۳۳۶۹......سنن ابن ماجہ:۶/۹۱ حدیث: ۱۹۷۱...... مستدرک حاکم: ۲/۲۰۱حدیث:۲۷۵۰...... مسند احمد بن حنبل: ۴/۲۵۹ حدیث: ۱۸۳۰۶......سنن سعید بن منصور:۱/۱۷۳حدیث: ۶۲۹......معجم کبیر طبرانی: ۱۹/۲۴۲ حدیث: ۱۶۲۱۲...... شرح السنہ بغوی:۵/۴۳......جامع کبیر سیوطی :۱/۱۴۸۳۵......کنز العمال:۱۶/۳۰۰حدیث:۴۴۵۸۴...... التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر:۶/۳۶حدیث: ۲۶۵۵......مسند جامع: ۳۵/۹۶حدیث: ۱۱۳۴۹......تحفۃ الاشراف:۱۰/۱۶۷حدیث:۱۱۲۲۱۔

کا مرثیہ پڑھنے لگیں۔ اتنے میں کسی بچی کے منہ سے یہ نکل گیا: ''ہم میں ایک ایسے نبی موجود ہیں جنھیں کل کی باتوں کا پتا ہوتا ہے''۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: اِسے چھوڑو اور وہی پڑھو جو تم لوگ پڑھ رہی تھیں۔(۱)

عیدین وغیرہ کے موقع پر دف بجانا کیسا؟

سوالِ دوم :

کسی دینی خوشی یا عیدین وغیرہ کے موقع پر دف بجانا از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟۔

جوابِ دوم :

ہر دینی خوشی کے موقع پر یا عیدین کے دن' دائرہ (دف) بجانا درست وجائز ہے۔ ہر شرعی خوشی میں دائرہ بجانے کا جواز تو سوالِ اوّل کے جواب سے ظاہر ہے۔ اور عید کے دن دف بجانے کی اِباحت حدیث شریف سے (بطورِ خاص) ثابت ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اَیامِ تشریق میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف رکھتے تھے، اور حضرت عائشہ کی دو لونڈیاں دف بجا کر اَشعار پڑھ رہی تھیں۔ اسی بیچ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگئے اور اُن لونڈیوں کو دف بجانے سے منع کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَبوبکر صدیق سے فرمایا کہ اے ابوبکر! ان سے درگزر کرو، اور انھیں

(۱) صحیح بخاری :۳۶۳/۱۳حدیث:۴۰۰۱...... سنن ابن ماجہ:۶۱۱/۱ حدیث: ۱۸۹۷...... سنن کبریٰ بیہقی:۲۸۹/۷......مشکوٰۃ المصابیح:۲۱۲/۲حدیث : ۳۱۴۰......مسند الصحابہ فی الکتب التسعہ:۴۲۵/۴۳ حدیث:۳۷۷۹...... شرح السنہ بغوی: ۴۲/۵...... مسند جامع: ۲۱۵/۴۸ حدیث: ۱۵۹۱۳...... تحفۃ الاشراف:۱۹۵/۱۳حدیث:۱۵۸۳۱۔

بجانے دو؛ کیوں کہ یہ عید کے دن ہیں۔ اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک عید کا دن ہوتا ہے اور یہ ہمارے عید کا دن ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف کے-باب صلوٰۃ العیدین- میں متن حدیث یوں درج ہے :

و عن عائشة قالت : إن أبا بكر دخل عليها و عندها جاريتان في أيام منى تدففان و تضربان وفي رواية : تغنيان بما تقاولت الأنصار يوم بعاث والنبي صلى الله عليه وسلم متغش بثوبه فانتهرهما أبو بكر فكشف النبي صلى الله عليه وسلم عن وجهه فقال : دعهما يا أبا بكر فإنها أيام عيد وفي رواية : يا أبا بكر إن لكل قوم عيدا وهذا عيدنا . (۱)

اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ عیدین کے دن دف بجانا درست و جائز ہے۔ اگر درست نہ ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کی ممانعت فرماتے نیز حضرت ابوبکر صدیق کو منع کرنے سے نہ روکتے۔ اس کے جزئیات فقہی کتابوں میں بھی درج ہیں تاہم اختصار کے باعث اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

کیا راتب وغیرہ کے وقت دف بجا سکتے ہیں؟

سوالِ سوم :

راتب طریقہ رفاعیہ یا مطلقاً کسی وقت میں دائرہ یعنی دف بجانا درست و جائز ہے یا نہیں؟۔

(۱) صحیح بخاری : ۱۵۵/۴ حدیث : ۹۸۷......صحیح مسلم : ۴۷۲/۵ حدیث : ۲۱۰۰......سنن نسائی کبریٰ : ۵۵۲/۱ حدیث : ۱۷۹۶......سنن کبریٰ بیہقی : ۹۲/۷......مستخرج ابی عوانہ : ۴۹۲/۵ حدیث : ۲۱۴۱......صحیح ابن حبان : ۲۷۱/۲۴ حدیث : ۵۹۶۴......مشکوٰۃ المصابیح : ۳۲۱/۱ حدیث : ۱۴۳۲۔

جوابِ سوم :

راتب طریقہ رفاعیہ اور فحش ولعب سے پاک دائرہ بجانا مطلقاً ہر کسی وقت میں درست و جائز ہے۔ علمائے دین اور فقہائے شرع مبین نے اس کی اِباحت و جواز پر ثبوت و دلیل اُس حدیث سے لی ہے کہ ایک عورت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دف بجانے کی نذر مان لی تھی؛ چنانچہ جب اس نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ دف بجاؤں یا نہیں تو آقائے رحمت علیہ السلام نے اسے دف بجانے کی اجازت دے دی۔ مشکوٰۃ شریف کے -باب النذور- میں یہ حدیث یوں مذکور ہے :

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله عنه أن امرأة قالت : يا رسول الله إني نذرت أن أضرب على رأسك بالدف قال: أوفي بنذرك . (۱)

اسی وجہ سے علمائے مجتہدین نے نکاح و ولیمہ اور عیدین وغیرہ کے علاوہ ہر موقع پر دف بجانے کو جائز رکھا ہے بشرطے کہ وہ فواحش وغنا اور لہوولعب سے پاک ہو۔ چنانچہ فتاویٰ مختصر شافی کے -فصل السماع- میں ہے :

و سئل أبويوسف عن الدف في غير العرس أ يكره أم لا قال لا ما لم يجئ منه اللعب الفاحش و الغناء، و سماع الدف و إن كان فيه جلاجل جائز .

یعنی حضرت ابو یوسف سے پوچھا گیا کہ شادی کے علاوہ (کسی اور موقع پر) دف بجانا مکروہ ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں جب تک کہ اس میں غنا اور

(۱) سنن ابوداؤد: ۲/۱۰۷ حدیث: ۳۳۱۴ ...... سنن بیہقی: ۲/۱۴۵ حدیث: ۲۰۵۹۶ ...... مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۲۸۲ حدیث: ۳۴۳۸ ...... سنن کبریٰ بیہقی: ۱۰/۷۷ ...... الالمام باحادیث الاحکام: ۱/۱۸۲ حدیث: ۸۷۲ ...... نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ: ۷/۲۲۴ ...... التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر: ۶/۳۶ حدیث: ۲۶۵۶ ...... مسند جامع: ۲۶/۲۲۰ حدیث: ۸۴۹۴ ...... تحفۃ الاشراف: ۸/۱۴۷ حدیث: ۸۷۵۶۔

کھیل تماشا کی ملاوٹ نہ ہو۔ نیز دف کا سننا جائز ہے خواہ اس میں گھونگھرو ہی کیوں نہ بندھے ہوں۔

''مبایع'' میں تحریر ہے :

إن الذي يضرب بالدف و القضيب و نحو ذلک فلا بأس به و لا ترد شهادته بخلاف العود و نحوه .

یعنی دف وغیرہ بجانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور بجانے والے کی گواہی مقبول ہوگی۔ ہاں! سارنگی وغیرہ بجانے والے مردود الشہادۃ ہیں۔

امام یافعی ''محرر'' میں لکھتے ہیں :

و يجوز ضرب الدف في الإملاک والختان و أقرب الوجهين الجواز في غيرهما و أنه لا فرق بين أن يكون فيه جلاجل أو لا يكون ويحرم ضرب الكوبة و هي طبل طويل ضيق الوسط . (۱)

یعنی ولیمہ وختنہ کے موقع پر دف بجانا جائز ہے، اور اس کے علاوہ دیگر مواقع پر دف بجانا بھی قریب قریب جائز ہی ہے۔ اب اس میں گھونگھرو اور بلا گھونگھرو کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ہاں ڈگڈگی بجانا حرام ہے۔ ڈگڈگی اس لمبی ڈھول کو کہتے ہیں جس (کے دونوں کنارے کشادہ اور اس) کا درمیانی حصہ نہایت تنگ ہو۔

---

(۱) فقہ شافعی کی دیگر کتابوں میں یہ حکم الفاظ کے ذرا سے تغیر کے ساتھ یوں آیا ہے :

و يجوز دُفّ لعرس وختانٌ و كذا غيرهما في الأصح و إن كان فيه جلاجلُ .

یعنی صحیح تر یہی ہے کہ شادی وختنہ اور ان کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی دف بجانا جائز ہے خواہ اس میں گھونگھرو ہی کیوں نہ لگے ہوں۔

المنہاج نووی: ۱/۴۹۷ کتاب الشہادات ...... نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج: ۲۸/۲۸۸ ...... تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج: ۴۳/۴۹۳ ...... مغنی المحتاج الی معرفۃ الفاظ المنہاج: ۱۹/۳۴۷ ...... حاشیتا قلیوبی وعمیرۃ: ۱۷/۶۷۔

-چریاکوٹی-

فتاویٰ ابواللیث میں ہے :

إن ضرب الدف في غير العرس مختلف فيه بين العلماء قال بعضهم لا يكره و ذهبت طائفة إلى إباحته مطلقاً جرىٰ عليه إمام الحرمين والغزالي و حكاه عماد الدين السهروردي عن بعض الأصحاب . وقال القاضي أبوالطيب ابن الصباغ و غيرها عن بعض أصحاب الشافعي أيضا أنه قال إن صح حديث امرأة التي نذرت لم يكره في حالٍ من الأحوال ، و قال القاضي أبو الطيب في الوصية يصح الوصية بالدف .

یعنی شادی کے علاوہ (دیگر مواقع پر) دف بجانے کے سلسلہ میں علماے کرام کا اختلاف ہے۔ بعض علمانے فرمایا کہ وہ مکروہ نہیں ہے۔ جبکہ بعض اہل علم نے اسے مطلقاً مباح قرار دیا ہے۔ امام الحرمین اور امام غزالی کا بھی یہی موقف ہے۔ اور یہی بات شیخ عمادالدین سہروردی نے بھی بعض اصحاب سے نقل فرمائی ہے۔ قاضی ابوالطیب ابن صباغ وغیرہ نے بعض اصحابِ شافعی کے حوالے سے یہ بات کہی ہے کہ اگر اُس عورت کی نذر ماننے والی حدیث صحیح ہے تو پھر دف بجانا کسی حال میں مکروہ نہیں ہوگا، اور آپ نے -باب الوصیۃ- میں (یہاں تک) فرمایا کہ اگر کوئی دف بجا کر وصیت کرے تو یہ بھی درست ہے۔

اسی طرح علماے شافعیہ معتبر فقہی کتابوں کے حوالے سے دف بجانے کو مطلقاً مباح قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ شیخ ابن الحجر ہیتمی شافعی کی ''کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع'' میں ہے :

إن الدف مباح في عرس و ختان و كذا في غيرهما في الأصح وإن كان فيه جلاجل فالأصح حله أيضا .

یعنی جس طرح شادی اور ختنہ (کی تقریب) میں دف بجانا مباح ہے اسی

طرح صحیح ترین قول کے مطابق ان دونوں کے علاوہ (دیگر مواقع پر بھی) دف بجانا مباح ہے، گرچہ اس میں گھونگھرو بندھے ہوں۔ مذہب صحیح یہی ہے کہ ایسا کرنا بھی حلال ہے۔

امام سیوطی کی ''جامع الصغیر'' کی شرح ''شرح کبیر'' میں أعلنوا هذا النكاح.. والی حدیث کے تحت شیخ عبدالرؤف مناوی نے لکھا ہے :

و قد أفاد الخبر حل ضرب الدف في العرس و مثله كل سرورٍ حادثٍ . ومذهب الشافعية أن الضرب به مباح مطلقاً و لو بجلاجل و قد وقع الضرب به بحضرة شارع الملة و مبين الحل من الحرمة و أقره ..... و لا فرق بين ضربه من امرأة أو رجل على الأصح ...(۱)

یعنی اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلا کہ شادی اور اس کے علاوہ خوشی کے دیگر نئے نئے مواقع پر دف بجانا جائز و حلال ہے۔ مذہب شافعی میں شادی کے موقع پر دف بجانا مطلقاً مباح ہے خواہ گھونگھرو کے ساتھ ہو۔ (اور ایسا کیوں نہ ہو کہ) خود حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دف بجایا گیا اور آپ نے اسے برقرار رکھا۔ اور آپ کی بعثت' حلال و حرام کے درمیان فرق قائم کرنے کے لیے ہوئی تھی.....اور صحیح تر مذہب یہ ہے کہ دف بجانے میں کوئی امتیاز نہیں رکھا ہے کہ عورت بجائے یا مرد۔ (کیوں کہ حدیث کے لفظ ''اضربوا'' کا مقتضا یہی ہے)۔

اور فقہ شافعی کی (مشہور و معروف کتاب) منہاج نووی میں ہے :

(۱) فیض القدیر: ۲/۱۱ حدیث: ۱۱۹۸۔

و یجوز دُفٌ لعرسٍ و ختانٌ و کذا غیرُهما في الأصح و إن کان فیه جلاجلُ و یحرُم ضربُ الکُوبة وهي طبل طویل ضیق الوسط ، لا الرقصُ إلا أن یکون فیه تکسُّر کفعل المخنِّث . (۱)

یعنی شادی بیاہ اور ختنہ کے موقع پر دف بجانا جائز ہے۔اور صحیح ترین مذہب کے مطابق اس کے علاوہ (اور مواقع پر) بھی دف بجانا جائز ہے خواہ اس میں گھونگھرو ہی کیوں نہ بندھے ہوں۔ ہاں بیچ سے تنگ' لمبی' ڈھول نما ڈگڈگی بجانا حرام ہے۔ جب کہ (ایک خاص استقامت و جھکاؤ کے ساتھ) رقص کرنا حرام ومکروہ نہیں۔ ہاں! اگر اس میں مخنثوں کی طرح دیوانہ وار توڑ پھوڑ کا عمل شروع ہو جائے تو پھر یہ حرام ہوگا۔

انوار کی -کتاب الشہادۃ- میں تحریر ہے :

و لا یحرم الیراع و الدف وإن کان فیه جلاجل لا في الإملاک و لا في الختان ولا في غیرهما و قیل یحرم الیراع و هو الذي یقال له الشاهین و بالفارسیة نَے .

یعنی ولیمہ،ختنہ اور ان کے علاوہ کسی بھی موقع پر بانسری اور دف بجانا حرام نہیں خواہ اس میں گھونگھرو لگے ہوں۔اور بعض علما نے فرمایا کہ بانسری بجانا حرام ہے۔یراع کو شاہین اور فارسی میں نَے کہتے ہیں۔

''نزہۃ المجالس'' کے -باب ذکر الموت..- میں ہے :

---

(۱) المنہاج نووی:۱/۴۹۷......تحفۃ المحتاج:۴۳/۴۹۷......مغنی المحتاج الی معرفۃ الفاظ المنہاج:۳۵۰/۱۹...... نہایۃ المحتاج:۲۸۸/۲۸......حاشیۃ الجمل:۲۷۵/۲۳......حاشیۃ البجیرمی:۴۲۱/۱۶۔

و أما الدف فهو مباح و مثله طبل الصمادية و يكره في المسجد و يحرمان عند قراءة القرآن ....(۱)

یعنی دف اور اس کے مثل طبل صمادیہ بجانا مباح ہے۔ہاں! مسجد میں ان کا بجانا مکروہ ہے۔اور قرآنی خوانی کے وقت ان دونوں کا بجانا حرام ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دف کا بجانا مطلقاً-خواہ کسی وقت میں بھی ہو- جائز اور درست ہے۔ اگرچہ بعض علما نے اختلاف کرتے ہوئے اسے مکروہ کہا ہے مگر صحیح تر قول جواز و اِباحت ہی کا ہے۔

(اس سلسلہ میں) صحیح الاسناد اَحادیث اور علماے مجتہدین کے مستند اَقوال بطورِ دلیل پیش کیے جاچکے ہیں کہ خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دائرہ بجایا گیا ہے مگر آپ نے اس کو منع نہیں فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ (دف بجانا) جائز و درست ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تعلیماتِ شریعت (عام کرنے) اور احکام دین سکھلانے ہی کے لیے ہوئی تھی؛ لہٰذا دف بجانا اگر شریعت کی نگاہ میں ممنوع ہوتا تو معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اسے منع فرمادیتے۔ اور نکاح کے اعلان و اِظہار کے واسطے دف بجانے کا حکم نہ دیتے۔ نیز عید کے دن جب حضرت ابوبکر صدیق نے لونڈیوں کو دف بجانے سے روکنا چاہا تو ان کو منع نہ فرماتے۔ مزید برآں اس عورت کو نذر پوری کرنے کے لیے دف بجانے کی اجازت نہ دیتے۔ تو مذکورہ بالا احادیث سے (دف بجانے کا ثبوت روزِ روشن کی طرح) صاف ظاہر ہے۔ علاوہ ازیں کئی اور احادیث صحیحہ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفتیانِ کرام نے اس کی حرمت کا فتویٰ علی الاطلاق نہیں دیا ہے؛ کیوں کہ اگر اس کو

(۱) نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس:۱/۵۹۔

مطلقاً حرام کہہ دیں تو گویا ایک فعل حرام کی تہمت کی نسبت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا ہوا، اور آپ پر فعل حرام کی تہمت لگانا کفر ہے- حقائق، فتاویٰ مختصر شافی، اور اِیضاح الدلالات فی سماع الآلات میں ایسا ہی ہے-

اسی لیے علماے کرام نے اَحوال واَشخاص کا اعتبار کرتے ہوئے دف بجانے اور اس کے سننے کی کئی قسمیں بیان کی ہیں۔ چنانچہ پہلی قسم علی الاختلاف مسنون ومستحب ہے جیسے نکاح اور ولیمہ میں۔

دوسری قسم مباح وجائز ہے۔ جیسا کہ عیدین کے دن یا کسی کے سفر سے واپس آنے کے وقت، یا مطلقاً ہر خوشی کے موقع پر۔ اب اس کی بھی دو قسمیں ہیں: اول مستحسن۔ اور یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو فرطِ ذوق وشوق اور غلبہ محبت الٰہی کے باعث اچھے قصیدوں کی دھن پر آلاتِ موسیقی کے بغیر صرف دف بجا کر پورے انبساط وسرور کے ساتھ حظ اُٹھاتے ہیں۔ دوم مباح۔ اور یہ ان لوگوں کے واسطے ہے جو فقط خوش الحانی سے مسرور ہوتے ہیں اور اس میں کھیل کو دنہیں کرتے؛ کیوں کہ لہو ولعب حرام ہے۔

تیسری قسم حرام ہے۔ یعنی وہ لوگ جو شراب خوری و بدکاری یا فحش کلمات، غیبت وبدگوئی، اور گانے باجے مثلاً سارنگی وغیرہ کے ساتھ دف بجاتے ہوں یا کوئی عورت دف بجاتی ہو اور نامحرم مرد اس جگہ پر حاضر (ہوکر مزے لے رہے) ہوں تو یہ ساری صورتیں بلاشبہہ حرام ہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ دف فی نفسہٖ مباح ہے۔ ہاں اَحوال بدل جانے کی وجہ سے اس میں حرمت آجاتی ہے؛ کیوں کہ غیر شرعی اُمور بجائے خود حرام ہیں، تو اب اگر اس فعل حرام کے ساتھ کوئی دف بجاتا ہے تو اس کو اس فعل ناجائز کے باعث منع کیا جائے گا۔ ورنہ اگر ایسی بری مجلسیں اور غیر شرعی حالتیں نہ ہوں تو (دف بجانا بالکل) درست ومباح ہوگا۔ جیسا کہ مذکورہ بالا معتبر فقہی جزئیات اور صحاح ستہ وغیرہ کی مرویات سے صاف

ظاہر ہے؛ لہٰذا واضح ہو گیا کہ مجالس رفاعیہ میں جو دف بجایا جاتا ہے وہ (فقہ وحدیث کی روشنی میں) جائز و درست ہے۔

دف کے ساتھ قصیدے پڑھنا کیسا؟

سوالِ چہارم :

ساداتِ رفاعیہ اور ان کے توابعین و متعلقین سلسلہ مذکورہ اپنے طریقے کے مطابق ذکر اذکار کرتے ہیں، اور قصائد نعت و توصیف بزرگان صالحین یا قصائد موعظت و نصائح پڑھتے ہیں، ایسے قصائد دف کے ساتھ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟۔

جوابِ چہارم :

اچھے مضمون کے قصیدے -جن میں کہ بزرگانِ سلف کی توصیف، ان کی کرامت وشجاعت کے اَحوال اور پند ونصیحت وغیرہ ہو- دف کے ساتھ پڑھنا جائز ودرست ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا احادیث وروایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دف کے ساتھ اشعار پڑھے گئے اور آپ نے انھیں سماعت بھی فرمایا؛ لہٰذا شعر کہنا یا پڑھنا یا سننا شرعاً درست وجائز ہے۔ ہاں! اس کا مضمون غیبت وفحاشی اور شرعی قباحتوں سے پاک ہونا چاہیے۔ عینی شرح کنز الدقائق کے -باب من تقبل شہادتہ و من لا تقبل- میں ہے :

و إن أنشد شعراً فيه وعظ و حكمة فهو جائز بالاتفاق.(۱)

یعنی اگر کسی نے حکمت ونصیحت سے بھرپور شعر گنگنایا تو اس کا پڑھنا بالاتفاق جائز ہے۔

(۱) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۲۷۱/۱۲...... البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ۲۸۸/۱۸...... رد المحتار: ۲۰۰/۲۲ -باب من یجب قبول شہادتہ علی القاضی-

اور منہاج کے -کتاب الشہادات- میں ہے :

و يباح قولُ شعرٍ و إنشادُه إلا أن يهجو أويُفحِشَ أو يُعرِّضَ بامرأة معينة . (۱)

یعنی مطلقاً شعر کہنا اور گنگنانا مباح ہے۔ہاں اس سے کسی کی ہجو، یا فحش گوئی یا کسی خاص عورت پر تعریض مقصود نہ ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بہت سے اشعار و قصائد کہے گئے اور پڑھے گئے اور آپ نے انھیں سماعت بھی فرمایا۔چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت جابر بن سمرہ کی ایک روایت نقل فرمائی ہے :

قال شهدت رسول اللّٰه أكثر من مائة مرة في المسجد و أصحابه يتذاكرون الشعر و أشياء من أمر الجاهلية فربما تبسم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم . – أخرجه الترمذي و صححه ...–(۲)

یعنی حضرت جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ سینکڑوں بار مجھے مسجد نبوی کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔(میں نے دیکھا کہ)صحابہ کرام آپس میں اشعار اور زمانۂ جاہلیت کے دیگر اُمور کے متعلق تبادلۂ خیال کر رہے ہیں تو ان کی باتیں سن کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی مسکرادیا کرتے تھے۔

---

(۱) المنہاج نووی:۱/۴۹۷۔

(۲) سنن ترمذی:۱۰/۴۹۹ حدیث: ۳۰۸۷......معجم کبیر طبرانی:۲/۳۲۷ حدیث:۱۹۱۵......تہذیب الآثار طبری:۲/۴۲۱ حدیث:۵۳۸......مسند ابی یعلی موصلی:۱۵/۲۵۷ حدیث:۷۲۸۳...... مسند احمد بن حنبل: ۴۵/۳۴۲ حدیث:۲۱۴۲۳۔

شیخ نجیب عبدالقاہر سہروردی کی -آداب المریدین- میں تحریر ہے :

و أما القصائد و الأشعار فقد سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن الشعر فقال هو الكلام حسنه حسن و قبيحه قبيحفالحسن منه ما كان من المواعظ و الحكم و ذكر آلاء الله تعالىٰ و نعمائه و نعت الصالحين و صفة المتقين فسماعه حلال و ما كان ذكر الاطلال و المنازل و الأزمان و الأمم فسماعه مباح و ما كان بهجوٍ و سخفٍ فسماعه حرام .

یعنی جہاں تک قصائد واَشعار کا معاملہ ہے تو شعر کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا گیا؛ (جواباً) آپ نے فرمایا: شعر بھی ایک طرح کا کلام ہے، اگر اچھے مضمون پر مشتمل ہو تو اچھا ہے، اور بری باتوں کا حامل ہو تو برا ہے۔ تو اچھے اشعار وہ ہوتے ہیں جو عمدہ نصیحتوں، حکیمانہ باتوں، اللہ کی نعمتوں کے ذکر اور صالحین ومتقین کی نعت وصفت پر مشتمل ہوں اور ان کا سننا جائز وحلال ہے۔ جن اشعار میں کھنڈرات ومحلات، زمانوں اور اُمتوں کا بیان ہو اُن کا سننا مباح ہے۔ اور جو اشعار کسی کی ہجو اور آبرو سے کھیلنے والے ہوں تو ان کا سننا حرام ہے۔

الغرض جو قصائد اچھے مضمون کے ہوں ان کے پڑھنے اور سننے میں حصولِ ثواب کی اُمید ہے۔ اور صالحین کا ذکر بے پناہ رحمتوں کے نزول کا سبب ہوتا ہے۔ بہ مصداق "**تنزل الرحمة عند ذكر الصالحين**" یعنی جہاں صالحین کا ذکر ہوتا ہے وہاں رحمتِ مولا جھوم جھوم کے برستی ہے؛ لہٰذا ان چیزوں کا اعتبار کرتے ہوئے ساداتِ رفاعیہ کی مجلس مذاکرہ بلاشبہہ جائز و درست ہے بلکہ حصولِ ثواب کی بھی امید ہے؛ کیوں کہ وہ لوگ اچھے قصیدوں کے علاوہ بیہودہ مضامین زبان پر بھی نہیں لاتے۔

رقص و وجد اِسلامی نقطہ نظر سے

سوالِ پنجم :

قصائد حسنہ سننے سے اہل دلوں میں شوق وذوق ومحبت الٰہی کے باعث وجد ورقص کی حالت پیدا ہوجاتی ہے، اور بعض اوقات کھڑے رہتے ہیں اور بعض اوقات بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ حالت رقص وتواجد شرعاً درست وجائز ہے یا نہیں؟۔

جوابِ پنجم :

حمد باری تعالیٰ ،نعت مصطفےٰ یا وعظ ونصیحت یا بزرگانِ دین کی کرامت وتوصیف سننے کے سبب وجد کی حالت پیدا ہوجائے اور اس حالتِ وجد واِستغراق اور کیفیتِ سرورو اِنبساط میں کھڑا رہے یا بیٹھ جائے سب درست وجائز ہے؛ کیوں کہ ان قصیدوں کے مضامین میں غور وخوض کرنے سے محبت وشوقِ الٰہی کے باعث فرحت واِنبساط یا فقط خوش الحانی کے سننے سے دلوں پر کیفیتِ رقت طاری ہوکر وجد کی حالت اختیار کرلیتی ہے، پھر اس حالت میں بے انتہا مسرت وخوشی یا حسن مضامین میں محو ہونے کے باعث وہ قابو سے باہر ہوجاتے ہیں اور پھر ان سے ایسی حرکات صادر ہوتی ہیں تو یہ از روئے شریعت درست وجائز ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے -باب بلوغ الصغیر- میں حضرت براء بن عازب سے مروی حدیث کے حاشیہ پر تحریر ہے :

و في الفائق قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لزيد هٰذا حجل أى رقص من الفرح و احجل من يرفع رجله و يقفز أخرى والقفز الوثوب -كذا في لمعات شرح مشكوٰة- .

یعنی فائق میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید سے فرمایا: یہ خوشی کا رقص ہے، اور رقص میں ہوتا یہ ہے کہ انسان اپنا ایک پاؤں اُٹھا کر اچھلتا کودتا ہے۔

اور مسجد نبوی میں حبشیوں کا رقص، نیز بی بی فاطمہ کے عقد مبارک میں لوگوں کا وجد۔ علاوہ ازیں صحاح ستہ کی دوسری کئی احادیث سے یہ ثابت ہے؛ مگر اختصار مدنظر ہونے کے باعث ہم نے انھیں یہاں درج نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوگیا کہ وجد ورقص سے یہاں طوائف اور مخنثوں کا رقص مراد نہیں ہے بلکہ اس رقصِ مباح کا معنی ومراد یہ ہے کہ فرطِ انبساط سے متعلق متذکرہ بالا باتوں سے حالت وجد پیدا ہوا اور اس عالم میں اس سے جو حرکات صادر ہوں انھیں رقص وتواجد کہتے ہیں، اور یہ حالت شرعاً جائز ودرست ہے۔ لیکن اس میں طوائف اور مخنثوں کی مانند حد سے زیادتی نہیں ہونی چاہیے اور اس میں بناوٹ ومکاری وغیرہ کا کوئی دخل نہیں ہونا چاہیے۔ کتاب ''محرر'' میں تحریر ہے :

و لا يحرم الرقص إلا أن يكون فيه تكسير كفعل المخنثين .

یعنی رقص حرام نہیں جب تک کہ اس میں مخنثوں کی طرح توڑ پھوڑ کا عمل نہ ہونے لگے۔

منہاج کے -کتاب الشہادات- میں ہے :

و يجوز دُفّ لعرسٍ و ختانٌ و كذا غيرُهما في الأصح و إن كان فيه جلاجلُ و يحرُم ضربُ الكُوبة وهي طبل طويل ضيق الوسط ، لا الرقصُ إلا أن يكون فيه تكسُّر كفعل

المخنّث . (۱)

یعنی شادی بیاہ اور ختنہ کے موقع پر دف بجانا جائز ہے۔اور صحیح ترین مذہب کے مطابق اس کے علاوہ (اور مواقع پر) بھی دف بجانا جائز ہے خواہ اس میں گھونگھرو ہی کیوں نہ بندھے ہوں۔ ہاں بیچ سے تنگ، لمبی، ڈھول نما ڈگڈگی بجانا حرام ہے۔ جب کہ رقص کرنا (ایک خاص رنگ و آہنگ میں حرام و مکروہ نہیں)۔ ہاں! اگر اس میں مخنثوں کی طرح دیوانہ وار توڑ پھوڑ کا عمل شروع ہو جائے تو پھر یہ حرام ہوگا۔

شمشیر و گرز وغیرہ سے ضرب کرنے کا مسئلہ

سوالِ ششم :

طریقہ رفاعیہ میں جو گرز و شمشیر اور سیخ وغیرہ سے ضرب کرتے ہیں ایسے کام از روئے شرع درست و جائز ہیں یا نہیں؟۔

جوابِ ششم :

گرز و شمشیر وغیرہ سے ضرب کرنا اگر شعبدہ بازی و تصنع اور تکلیف و ضرر سے خالی ہو تو جائز ہے؛ کیوں کہ ایسے کاموں سے ممانعت' تکلیف کا لحاظ کرتے ہوئے ہوتی ہے اور یہ قید شرطیہ ہے؛ لہٰذا قابل غور بات یہ ہے کہ جب وہ شرط- یعنی تکلیف' جو باعثِ ممانعت تھی- باقی نہ رہی تو پھر اس فعل کی ممانعت کس طرح ہو سکے گی!۔ مثلاً آفتاب کے لیے تمازت و حرارت ایک لازمی اَمر ہے لیکن جب آفتاب ہی نہ ہو تو

(۱) المنہاج نووی: ۱/۴۹۷......تحفۃ المحتاج: ۴۳/۴۹۷......مغنی المحتاج الی معرفۃ الفاظ المنہاج: ۱۹/۳۵۰......نہایۃ المحتاج: ۲۸/۲۸۸......حاشیۃ الجمل: ۲۳/۲۷۵......حاشیۃ البجیرمی: ۱۶/۴۲۱۔

تمازت وحرارت کہاں رہے گی!۔ یوں ہی جس شخص کو گرز وشمشیر وغیرہ سے تکلیف و نقصان نہ ہوتو اس شخص کے لیے ممانعت علی الخصوص باقی نہ رہی، جب کہ دوسروں کے لیے علی العموم بلحاظِ تکلیف' باقی ہے۔ ایسے اُمور کی مثالیں فقہی کتابوں میں موجود ہیں۔ فتاویٰ خلیلی جلد ثانی صفحہ ۱۹۰ مطبوعہ مصر کے -باب الشہادۃ- میں ہے :

و ذكر النووي في فتاواه ان الحادي إذا اصطاد الحية ليرغب الـنـاس في اعتماد معرفته وهو حاذق في صنعته و يسلم منها في ظنه و نسعته لم يأثم .

یعنی امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی فنکار لوگوں کی ترغیب کی خاطر اپنی فنکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سانپ کا شکار کرے اور وہ یہ سمجھے کہ وہ اپنے آپ کو سانپ کے نقصانات سے محفوظ بھی رکھ سکتا ہے تو ایسا عمل اس کے لیے باعث گناہ نہیں۔

یہ مثال یہاں بلا تکرار ثابت آتی ہے؛ کیوں کہ سانپ کا پکڑنا بھی ایذا رسانی کے لحاظ سے ممنوع ہے، لیکن جب کسی عمل وغیرہ کے باعث اسے یقین ہے کہ سانپ اس کو اِیذا نہ دے سکے گا گرچہ بعد میں اس نے کاٹ لیا اور ایذا پہنچا دی' تاہم پکڑنے والا گنہ گار نہ ہوگا۔

علیٰ ہذا القیاس جس شخص نے ان بزرگوں کا وسیلہ پکڑا اور ان کی کرامت پر یقین کیا پھر فرطِ ذوق وشوق اور غلبہ وجد کے سبب شمشیر و گرز وغیرہ سے ضرب کی تو یہ شرعاً مباح ہے۔ اگرچہ بعد میں وہ ضرب اس پر اپنا اَثر دکھائے -جیسا کہ اوپر گزرا-

یہ کرامت (دراصل) حضرت سلطان العارفین، غوث الواصلین، سیدنا احمد الکبیر الرفاعی -قدس سرہ العزیز- کی ہے جس کا فیض تا حال ان کی اولاد اور ان کے توابعین ومتعلقین میں جاری ہے۔ اور کرامت کا تو معنی ہی یہی ہے کہ سخت اور دشوار کام بآسانی ہو جائے اور جو قرین قیاس نہ ہو وہ ظہور میں آجائے۔

لہٰذا اَولیاے کرام کی کرامتوں کا اِنکار کرنے والا بدعقیدہ اور گمراہ ہے۔ فتاویٰ خلیلی جلد اول صفحہ ۷۹ مطبوعہ مصر میں کراماتِ اولیا کا (جواز و) جواب یوں تحریر ہے :

نعم هي واقعة جائزة لهم نفعنا اللّٰه بهم أحيـاءً و أمواتاً بقصدٍ منهم أو بغير قصدٍ يؤيدهم اللّٰه تعالیٰ ، لا ينكرها إلا أحد رجلين إما سيیء الاعتقاد كالمعتزلة و الزادلية و إما كثير المعاصي و الذنب و الغفلة فلا يشهدها منهم فيؤدي ذلک علی إنكارها و إذا تأملت الكتاب والسنة و ما نقل تواتراً معنوياً عن السلف و الخلف بل في كل عصر من الأعصار بل في كل يوم من الأيام إذ ما من يومٍ إلا و يقع فيه كرامات لا تحصیٰ و لا تعد و لو جمعت لصارت تواتراً معنويا ....

یعنی ہاں! اولیاے کرام سے ان کی زندگی میں اور بعد از وصال کرامتوں کا ظہور جائز و برحق ہے-اللہ کرے ہمیں بھی ان سے کچھ فائدہ پہنچے-کرامتوں کا وقوع کبھی ان کے قصد و اِرادہ سے ہوتا ہے اور کبھی یوں ہی بلا اِرادہ وقوع پذیر ہوجاتی ہیں؛ کیوں کہ انھیں (ہمہ وقت) تائیدِ ایزدی حاصل ہوتی ہے۔ کرامتوں کا انکاری یا تو کوئی حرماں نصیب بدعقیدہ ہوسکتا ہے جیسے معتزلہ اور زادلیہ۔ یا کوئی پاپی و خطا کار کہ جس کی آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھ گئی ہو اور جس کے باعث وہ ان کا انکار کررہا ہے۔ ورنہ اگر آپ کتاب و سنت میں غور وخوض کریں اور سلف وخلف بلکہ ہر زمانے اور ہر دن پر نگاہ کریں تو آپ پر واضح ہوجائے گا کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں بے شمار کرامتیں ظہور پذیر نہ ہوتی ہوں، اگر ان سب کو جمع کردیا جائے تو ان میں معنوی تواتر کی شان پیدا ہوجائے گی۔

زخم وغیرہ پر لعابِ دہن لگانے کا حکم

سوالِ ھفتم :

متعلقین طریقہ رفاعیہ زخمِ شمشیر وگرز وغیرہ یا کسی مریض کو جولب (یعنی لعاب دہن) لگاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں، یہ از روئے شرع شریف درست وجائز ہے یا نہیں، اور لب لگانا نیز دعا کرنا مفید وسودمند ہوسکتا ہے یا نہیں؟۔

جوابِ ھفتم :

کسی مریض کو یا زخم وغیرہ پر لعابِ دہن لگانا اور اس کے لیے دعا کرنا جائز ودرست ہے، نیز بزرگانِ صالحین کا لعابِ دہن لگانا برکت وسعادت کا باعث ہے۔اس عمل کا جائز ومباح اور مفید ہونا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔چنانچہ بخاری ومشکوٰۃ شریف میں آیا ہے کہ جنگ خیبر میں سیدنا علی -کرم اللہ وجہہ-لشکر اسلام سے پیچھے رہ گئے تھے،شب کو اِسلامی لشکر نے ایک مقام پر پڑاؤ کیا،تو اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ ورسول کا پیارا ہے۔صبح ہوئی تو سارے لوگ جھنڈا لینے کی غرض سے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔آپ نے ارشاد فرمایا:علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟۔صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ان کی آنکھیں درد کرتی ہیں،آپ نے ان کو بلوایا،ان کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن لگایا اور دعا کی،بحکم خداوندی انھیں فوراً صحت وشفایابی نصیب ہوگئی،اور پھر پوری زندگی کبھی انھیں دردِ چشم کی شکایت نہ رہی۔پھر آپ نے جھنڈا ان کے حوالے کردیا....(یہ حدیث شریف نویں سوال کے جواب میں تفصیل سے بیان کی جائے گی-ان شاءاللہ-)

بزرگوں کو لفظ 'یـا' سے ندا کرنا کیسا؟۔

سوالِ ہشتم :

بزرگانِ دین کو بلفظ 'یا' ندا کرنا مثلاً **المدد یا شیخ عبد القادر. المدد یا سیدنا احمد الکبیر الرفاعی** . وغیرہما، نیز اولیاے کرام سے توسل پکڑنا درست ہے یا نہیں؟۔

جوابِ ہشتم :

المدد یا شیخ عبد القادر ، المدد یا سید احمد الکبیر الرفاعی وغیرہ الفاظِ ندائیہ کہنا اور (اس طرح انھیں) ندا کرنا جائز و درست ہے۔ اگر چہ بعض علما نے اس میں بحث کیا ہے؛ تاہم ان ساری بحثوں کے بعد صحیح تر قول یہی ہے کہ ایسا کہنا جائز ہے۔ چنانچہ فتاویٰ خلیلی جلد دوم صفحہ ۲۶۳ مطبوعہ مصر میں ہے :

> **و أما قولهم يا شيخ عبد القادر فهو نداء و إذا أضيف إليه شيئا لـلّٰه فهو طلب شيءٍ إكراما للّٰه تعالىٰ فما الموجب لحرمة ذلك**
>
> .
>
> یعنی یا شیخ عبدالقادر کہنا یہ ایک طرح کی ندا ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ شیئاً للّٰہ کا اضافہ کر دیا جائے تو یہ عظمت الٰہی کا خیال کرتے ہوئے کسی چیز کی طلب کرنا ہوا۔ تو اب ایسا کرنا حرام کہاں سے ہو گیا!۔

مشکوۃ شریف کے -باب زیارۃِ القبور- میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے وہ فرماتے ہیں :

مـر الـنبـی صـلـی اللّٰہ علیہ وسلم بقبور بالمدینۃ فأقبل علیہم بـوجهـہ فـقـال : السلام علیکم یا أهل القبور یغفر اللّٰہ لنا ولکم أنتم سلفنا و نحن بالأثر –رواه الترمذی–(۱)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب مدینہ کی قبرستان سے گزر ہوا تو آپ نے اپنا رخِ انور قبروں کی طرف کر کے فرمایا: اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ ہمیں اور تمہیں اپنی مغفرت عطا فرمائے، تم ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم بس تمہارے پیچھے آیا چاہتے ہیں۔

اور مسلم شریف کے–باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار علیہ–میں ہے :

عـن أنـسِ بـنِ مـالِک أن رسـول الـلّٰـہِ صـلی اللّٰہ علیہ وسلم تـرک قتـلـی بـدرٍ ثـلاثا ثم أتاهم فقام علیهِم فناداهم فقال یا أبا جهـلِ بـن هِشـام، یـا أمیۃ بن خلف، یا عتبۃ بن ربِیعۃ، یا شیبۃ بن ربِیـعۃ أ لیـس قـد وجـدتـم ما وعد ربکم حقا فإِني قد وجدت ما وعـدنِـي ربِـي حـقـا فسمع عمر قول النبِيِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فـقـال یـا رسول اللّٰہِ کیف یسمعوا و أنی یجِیبوا وقد جیفوا قال والـذِي نـفسِـي بِیـدِهِ مـا أنتـم بِأسمع لِما أقول مِنهم ولکـنهم لا یقـدِرون أن یجِیبوا، ثم أمر بِهِم فسحِبـوا

(۱) سنن ترمذی:۳۶۹/۳ حدیث:۱۰۵۳ ...... مشکوٰۃ المصابیح: ۳۹۷/۱حدیث: ۱۷۶۵...... ریاض الصالحین:۳۴۸/۱ حدیث:۴......کنز العمال: ۶۴۷/۱۵ حدیث: ۴۲۵۶۱......معجم الکبیر طبرانی: ۲۵۴/۱۰ حدیث:۱۲۴۴۷......جامع الاحادیث:۳۸۰/۱۳ حدیث: ۱۳۳۴۵......جمع الجوامع: ۱۳۱۲۴/۱حدیث: ۴۶......مسند جامع:۲۴۹/۱۹حدیث:۶۱۷۳......روضۃ المحدثین:۴۸۱/۷حدیث:۳۲۵۶۔

فألقوا فِي قلِيبِ بدر . -رواه مسلم-(۱)

یعنی حضرت انس بن مالک سے مروی کہ میدانِ بدر میں تین دن سے پڑے رہے کافر مقتولین کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور پھر پکار پکار کر فرمانے لگے: اے ابوجہل بن ہشام! اے اُمیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو پورا ہوتا ہوا دیکھ لیا؟۔ میں نے تو اپنے پروردگار کے وعدہ کو بالکل برحق پایا (اور اسے پورا ہوتے ہوئے دیکھ بھی لیا)۔ حضرت عمر فاروق نے جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو سنا تو کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! یہ لوگ کیوں کر سن سکتے ہیں اور (اگر سن بھی لیں تو) بھلا جواب کیسے دے سکتے ہیں وہ تو اب بدبودار جثہ ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو باتیں میں نے ان سے کی ہیں تم سے کہیں بہتر طور پر ان لوگوں نے سن لیا ہے لیکن انھیں جواب دینے کی طاقت وقدرت نہیں۔ پھر آپ کے حکم پر انھیں گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں ڈال دیا گیا۔

ان حدیثوں سے واضح ہے کہ لفظ ''یا'' کے ذریعہ اولیاو صالحین کو پکارنا بدرجہ اولیٰ جائز و درست ہے۔ (مقام غور ہے کہ) جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و مشرکین کو لفظ 'یا' کے ذریعہ ندا فرمائی ہے تو بڑے تعجب کی بات ہوگی کہ اولیاو صالحین کو ''یا'' کے ذریعہ ندا کرنے سے انکار کیا جائے۔ ع:

بریں عقل و دانش بباید گریست

(ایسی عقل و دانش پر تو رونا چاہیے)

(۱) صحیح مسلم: ۲۵۶/۱۸ حدیث: ۷۴۰۳......صحیح ابن حبان: ۲۸/۲۷ حدیث: ۶۶۰۶...... مسند ابی یعلی الموصلی: ۳۵۱/۷ حدیث: ۳۲۳۷...... مسند احمد بن حنبل: ۴۶۱/۲۹ حدیث: ۱۴۴۲۸...... مسند جامع: ۲۰۹/۴ حدیث: ۱۲۶۲......تحفۃ الاشراف: ۱۰۲/۳ حدیث: ۳۷۲۔

توسل کی شرعی حیثیت

مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی روشنی میں انبیاواَولیااور بزرگانِ دین سے توسل پکڑنا اُن کی حیات ووفات ہر حالت میں جائز ودرست ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے :

یٰۤـاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوا اِلَیْهِ الوَسِیْلَةَ ..... ۝ (سورۂ مائدہ:۵/۳۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہواوراس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو....۔

اس کا خلاصہ فقہ کی کتابوں میں موجود ہے اور توسل سے انکار کرنا محرومی و بے نصیبی ہے۔نعوذ باللہ من ذلک۔

فتاویٰ خلیلی جلد دوم صفحہ ۲۵۹ میں ہے :

و أما التوسل بالأنبياء و الأولياء و العلماء فقد نص أئمتنا انه يجوز التوسل بأهل الخير و الصلاح سواءً كانوا أحياء أم أمواتاً و لا ينكر ذٰلک إلا من ابتلى بالحرمان و سوء العقيدة –نعوذ باللّٰه من المنكر و سيرته–

یعنی جہاں تک انبیاومرسلین، اولیاوصالحین اور علماے دین سے توسل پکڑنے کا تعلق ہے تو ائمہ کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جو بھی اہل خیر وصلاح اور متقی و پرہیزگار ہو اس سے توسل پکڑنا جائز و درست ہے، خواہ وہ زندہ ہو یا پردہ فرما چکا ہو۔اوراس کا انکاری کوئی حرماں نصیب اور بدعقیدہ ہی ہوسکتا ہے۔اللہ ہمیں ایسے انکاریوں اوران کی خصلت وسیرت سے اپنی پناہ میں رکھے۔

جھنڈا بنانا اور اسے شہروں میں پھرانا کیسا؟۔

سوالِ نہم :

نشان بنانا، رکھنا، اور بروزِ عیدین و اَعراس بزرگانِ دین یا کسی دینی کاج کی خوشی کے وقت مسلمانوں کی جماعت کے ہمراہ دف کے ساتھ شہر میں ان نشانوں کا پھرانا درست ہے یا نہیں؟۔

جوابِ نہم :

عَلَم یعنی نشان (یا جھنڈا) بنانا، اس کا رکھنا اور بروزِ عیدین نیز بزرگانِ دین کے اَعراس وغیرہ کے موقع پر اس کا پھرانا جائز و درست ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں بھی نشان (جھنڈے) موجود تھے، نیز آپ کے روبرو اکثر اوقات نشان چلے ہیں۔ بے شمار احادیث صحیحہ سے یہ اَمر ثابت ہے؛ لہٰذا علماے دین اور فقہاے مجتہدین نے فقہ کی کتابوں میں ان صحیح الاسناد حدیثوں کو دلیل بنا کر نشان کے جائز ہونے کا فتویٰ صادر کیا ہے۔ چنانچہ تنویر الابصار کی شرح درالمختار اور 'السراج' میں السیر الکبیر کے حوالے سے ہے :

العَلَم حلال مطلقاً صغیرا کان أو کبیرا ... و ما یعقد علی الرمح فانه حلال و لو کبیرا لأنه لیس بلبس . (۱)

یعنی جھنڈا (نشان) مطلقاً جائز و حلال ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اور جو نیزے کے اوپر لگایا جاتا ہے وہ جھنڈا بھی جائز ہے خواہ بڑا ہی کیوں نہ ہو؛ کیوں کہ وہ پہناوے کے لیے نہیں ہوتا۔

(۱) درمختار:۵/۲۲۹۔

امام ابوعیسیٰ نے جامع ترمذی کے -باب اللواء والرایۃ- میں چند احادیث صحیحہ درج کی ہیں نیز کتاب ''البدایہ والنہایہ'' میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا نام 'عقاب' تھا۔ الفاظ یہ ہیں :

و كان اسم رأية النبي صلى اللّٰه عليه وسلم العُقاب .(۱)

مشکوٰۃ شریف کے -باب اِعداد آلۃ الجہاد- میں ہے :

عن بن عباس قال : كانت رأية رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم سوداء و لواءه أبيض . -رواه الترمذي وابن ماجة-(۲)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عَلَم کا رنگ سیاہ اور جھنڈے کا رنگ سفید تھا۔

اور غزوۂ بنی قینقاع کے حوالے سے لکھا ہے :

و كان اللواء بيد الحمزة بن عبد المطلب و كان أبيض فقذف اللّٰه في قلوبهم الرعب . (۳)

یعنی (اس دن) جھنڈا حمزہ بن عبدالمطلب کے ہاتھ میں تھا جس کا رنگ سفید تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔

(۱) البدایۃ والنہایۃ:۲۹۳/۴......مختصر تاریخ دمشق:۲۸۰/۱......الروض الانف:۱۴۰/۴۔

(۲) سنن ترمذی:۴۵۳/۶ حدیث:۱۷۸۲......سنن ابن ماجہ:۴۵۳/۸ حدیث:۲۹۲۵......شرح السنۃ بغوی:۳۱۲/۵......مشکوۃ المصابیح:۳۸۳/۲ حدیث:۳۸۸۷......معجم کبیر طبرانی:۳۵۹/۱۰ حدیث:۱۲۷۳۶......مسند ابی یعلی موصلی:۴۲۵/۵ حدیث:۲۳۱۶......سنن بیہقی:۱۸۳/۲ حدیث:۱۳۴۴۲۔

'رایۃ' اور 'لوا' دونوں کے معنی جھنڈہ ہی کے ہیں۔ مرقاۃ اور شرح مسلم وغیرہ میں دونوں کے درمیان فرق یوں کیا گیا ہے کہ رایۃ چھوٹے جھنڈے کو کہتے ہیں اور لوا بڑے جھنڈے کو۔ اور لوا کو لوا اس لیے کہتے ہیں کہ بڑے ہونے کی وجہ سے اسے موڑ کر رکھ دیا جاتا ہے اور پھر ضرورت ہی کے وقت اسے کھولا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔ -چریاکوٹی-

(۳) اسی سے ملتی جلتی کچھ روایتیں ان کتابوں میں موجود ہیں: عیون الاثر:۳۰۰/۱......زاد المعاد:۱۶۴/۳......سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد:۱۸۰/۴۔

اور جنگ خیبر کے بیان میں آتا ہے :

و قال المغلطائی وغیرہ : و فرق علیه السلام الرأیات و لم تکن الرأیات إلا بخیبر و إنما کانت الألویة . وقال الدمیاطي: و کان رأیة النبي صلی اللّٰه علیه وسلم سوداء من برد لعائشة .(۱)

یعنی مغلطائی وغیرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے مختلف جھنڈے استعمال فرمائے۔صرف جنگ خیبر میں چھوٹے جھنڈے نہیں تھے بلکہ اس میں بڑے بڑے جھنڈے استعمال ہوئے۔دمیاطی نے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا سیاہ تھا جو حضرت عائشہ کی چادر مبارک سے تیار کیا گیا تھا۔

صحیح بخاری میں ہے :

کان علِي رضي اللّٰه عنه تخلف عنِ النبِيِ صلی اللّٰه علیه وسلم فِي خیبر، و کان رمِدا فقال أنا أتخلف عنِ النبِيِ صلی اللّٰه علیه وسلم فلحِق، فلما بِتنا اللیلة التِي فتِحت قال لأعطِین الرایة غدا أو لیأخذن الرایة غدا رجل یحِبه اللّٰه و رسوله، یفتح علیهِ فنحن نرجوها فقِیل هذا علِي ، فأعطاه ففتِح علیهِ . (۲)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ خیبر کے دن آشوبِ چشم کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے۔آپ (بروجہ تأسف کہتے کہ ہائے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچھڑ گیا، پھر آپ ان سے جا ملے۔(راوی کہتے ہیں کہ قلعہ) فتح ہونے کی رات جب ہم سوئے تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں پرچم ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا یا کل پرچم ایک ایسا شخص اٹھائے گا جو اللہ

(۱) سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد:۵/۱۲۰......المنتظم:۱/۲۷۳۔

(۲) صحیح بخاری:۱۴/۱۰۴حدیث:۴۲۰۹......صحیح مسلم:۱۶/۲۳حدیث:۶۳۷۷......سنن کبریٰ:۶/۳۶۲۔

ورسول کا محبوب ہوگا، اور اسی کے ہاتھوں فتح نصیب ہوگی۔ تو ہم میں سے ہر کوئی یہ امید لیے ہوئے تھا مگر حضور نے فرمایا کہ یہ پرچم علی اُٹھائے گا، چنانچہ آپ نے انھیں پرچم عطا کر دیا اور انھیں کے ہاتھوں (قلعہ خیبر) فتح ہوگیا۔

اور صحیحین ومشکوٰۃ وغیرہ میں یہ حدیث کچھ اضافے کے ساتھ یوں آئی ہے :

عن سهل بن سعد أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال يوم خيبر : لأعطين هذه الراية غدا رجلا يفتح اللّٰه على يديه يحب اللّٰه ورسوله و يحبه اللّٰه و رسوله، فلما أصبح الناس غدوا على رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كلهم يرجو أن يعطاها فقال : أين على بن أبى طالب؟ فقالوا : هو يا رسول اللّٰه يشتكى عينيه، قال : فأرسلوا إليه، فأتى به فبصق رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى عينيه فبرأ حتى كأن لم يكن به وجع فأعطاه الراية .....(۱)

یعنی حضرت سہل بن سعد سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا کہ کل میں یہ پرچم ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ ورسول کا محبّ بھی ہوگا اور محبوب بھی۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی لوگ پرچم پانے کی آرزو لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ سرکار اقدس علیہ السلام نے پوچھا: علی بن

(۱) صحیح بخاری:۱۰۵/۱۴حدیث:۴۲۱۰......صحیح مسلم:۲۲/۱۶حدیث:۶۳۷۶......سنن ترمذی:۳۳۱/۱۳ حدیث: ۴۰۹۰......مشکوٰۃ المصابیح:۳۲۷/۳حدیث:۶۰۸۰......مسند احمد:۱۳۹/۴حدیث: ۱۶۳۰ ......سنن کبریٰ بیہقی:۱۳۱/۹......سنن کبریٰ نسائی:۱۱۰/۵......معجم کبیر طبرانی:۳۹۸/۵حدیث:۵۵۹۸ ......دلائل النبوۃ بیہقی:۲۸۳/۴حدیث:۱۵۴۷......مسند ابویعلی موصلی:۳۴۲/۱حدیث:۳۳۸......صحیح ابن حبان:۴۱۲/۲۸حدیث:۷۰۶۱......مسند ابن ابی شیبہ: ۵۳۸/۱ حدیث:۱۱۴......شرح السنۃ: ۱۰۹/۷......مسند بزار:۳۲۴/۳حدیث:۱۱۲۰......مصنف ابن ابی شیبہ:۳۷۰/۶حدیث:۳۲۱۰۰...... مصنف عبدالرزاق:۲۲۸/۱۱حدیث:۲۰۳۹۵۔

ابوطالب کہاں ہیں؟۔لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! ان کی آنکھوں میں کچھ شکایت ہے۔ چنانچہ انھیں قاصد بھیج کر بلوایا گیا۔سرکار نے اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں میں لگادیا تو ان کو فوراً شفامل گئی اور ایسی کہ جیسے کبھی انھیں کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پرچم اُن کے حوالے کردیا......

اس حدیث کے مضمون سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مشائخ وصالحین کا کسی مریض کو یا زخم وغیرہ پر لب (یعنی لعابِ دہن) لگانا جائز و درست ہے۔ نافہم اور تعصب رکھنے والے منکرین کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے یہ دلیل کافی ہے۔

الغرض فقہی روایتوں اور صحیح حدیثوں سے صراحتاً واضح ہوگیا کہ عَلَم (یعنی پرچم و نشان) بنانا، اس کا رکھنا، اور دف کے ساتھ قصائد واشعار پڑھتے ہوئے اس کا پھرانا جائز ودرست ہے۔

دف کے ساتھ اشعار و قصائد پڑھنے کے جوابات گزشتہ سطروں میں دیے جا چکے ہیں۔ یوں ہی پرچم ونشان کے اِباحت و جواز میں بھی مطلقاً کوئی کلام نہیں۔ اور دو جائز چیزوں کو جمع کر دینے میں کوئی قباحت نہیں؛ لہٰذا بروزِ عیدین، بزرگانِ دین کے اَعراس اور دینی خوشی کے موقع پر نشانوں کا پھرانا جائز ودرست ہے۔

اس کے مستحسن ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ اَمر جہاں زیادہ تر اہل اسلام کی فرحت و بہجت پر دلالت کرتا ہے وہیں اس سے اسلام اور اہل اسلام کی شوکت وسطوت کا بھی اظہار ہوتا ہے، پھر آخر وہ کون سی شرعی قباحت اس میں آ گئی جس نے اسے ناجائز کردیا!۔

جمعہ وعیدین کے دن حرمین شریفین - زادہما شرفاً وتعظیماً - میں دو نشان (جھنڈے) منبر کے دونوں بازو پر لاکر کھڑے کردیے جاتے ہیں۔ اور مکہ معظّمہ میں تا حال ہر ماہ خلفاے راشدین کی تاریخ وفات کے مطابق اُن کے عرس کے دن دف بجا کر نشان

نکالے جاتے ہیں۔

فقہ کی کتابوں سے ثابت ہے کہ نشان چھوٹا ہو یا بڑا از روے شریعت حلال ہے اوردائرہ بجاتے ہوئے یا بلادائرہ کے دونوں حالتوں میں اس کا شہر میں پھرانا جائز ودرست ہے۔ہاں! لہوولعب سے احتیاط برتنا اشد ضروری ہے۔

بزرگوں کے استقبال کے لیے شہر سے باہر جانا کیسا؟۔

سوالِ دھم :

مشائخین صالحین کے استقبال کے لیے مسلمانوں کا شہر سے باہر جانا اورمع نشان ودفوف نوازی بااعزاز واکرام لے آنا شرعاً درست وجائز ہے یانہیں؟۔

جوابِ دھم :

مسلمانوں کا نشان ودف کے ساتھ مشائخین صالحین کے استقبال کے لیے جانا جائز ودرست ہے۔اوراس کا جائز ومباح ہونا حدیث سے ثابت ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح کے روز مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ہمراہ سفید نشان (پرچم) تھا۔چنانچہ جامع ترمذی میں ہے :

و عن جابر بن عبد اللّٰه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم دخل مكة يوم الفتح و لواء ه أبيض . (۱)

یعنی حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے پرچم کا رنگ سفید تھا۔

نیز (سنن ابن ماجہ) میں ہے :

(۱) سنن ترمذی:۶/۴۵۰ حدیث:۱۷۸۰......سنن کبریٰ نسائی:۲/۳۸۲ حدیث:۳۸۴۸۔

و عن حارث بن الحسان قدمت المدينة فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر و بلال قائم بين يديه مستقلد سيفا و إذا رأية سوداء فقلت من هٰذا فقال هٰذا عمرو بن العاص قدم من غزاة . (۱)

یعنی حضرت حارث بن حسان کہتے ہیں کہ ایک بار جب میں مدینہ پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں اور حضرت بلال آپ کے سامنے تلوار کھینچے کھڑے ہیں، اتنے میں ایک کالا پرچم نظر آیا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ عمرو بن العاص ہے جو ایک جنگ سے واپس آیا ہے۔

(ہجرت کے موقع پر) حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ پہنچے تو لوگ آپ کے روبرو دف بجاتے اور اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے، ان میں سے ایک شعر ذیل میں درج ہے۔ امام محمد غزالی نے کیمیائے سعادت کے -باب آداب السماع- میں اسے (بڑے اچھے انداز میں) تحریر فرمایا ہے :

آنکہ در دل شادی داشتہ باشد و خواہد کہ آں را زیادہ کند بسماع ایں نیز مباح بود چوں شادی بخورمی باشد روا بود بآں شاد شوند۔ چنانچہ در عروسی و ولیمہ و عقیقہ و وقت آمد فرزند و وقت ختنہ کردن و باز آمدن از سفر چنانچہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ بمدینہ رسید از پیش وے بہ بازی شدند و ایں اشعار می گفتند۔

(۱) سنن ابن ماجہ: ۴۵۱/۸ حدیث: ۲۹۲۳......مسند احمد: ۱۱۳/۳۴ حدیث: ۱۶۳۷۳......الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم: ۳۲/۵ حدیث: ۱۴۷۹......معجم کبیر طبرانی: ۴۱۲/۳ حدیث: ۳۲۵۳...... مسند ابن ابی شیبہ: ۱۰/۷۷ حدیث: ۶۵۸۔

طلع البـدر علینا من ثنیات الـوداع

وجب الشُّکر علینا ما دعی للّٰہ داع

یعنی جس شخص کے دل میں فرحت ومسرت کا احساس موجود ہو اور وہ اس احساس کو اسے سن کر دو آتشہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ایسا کرنا مباح ہے۔ جیسے خوشی کے موقع پر (چراغاں کرنا اور) خوشبوئیں سلگانا صرف اس لیے درست ہے کہ اس سے اس کی خوشی میں اضافہ ہوتا ہے۔ بس اسی وجہ سے شادی بیاہ، ولیمہ، عقیقہ، بچے کی پیدائش کے وقت، ختنہ کی تقریب میں اور سفر سے واپسی کے موقع پر (بھی ایسا کرنا جائز و درست ہے)۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ کے آگے آگے خوشیوں کا ایک ہجوم چلا جا رہا تھا اور (خوشی کے عالم میں دف کے ساتھ وہ) یہ اشعار پڑھ رہے تھے :

'وداع' کی گھاٹیوں سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہو گیا۔ دعوت الی اللہ کا کام جب تک ہوتا رہے گا اس عظیم نعمت کا شکر ایہ اَدا کرنا ہم پر قرض رہے گا۔

واقعہ حضرت بریدہ اسلمی کے ایمان کا

'مدارج النبوۃ' جلد دوم کے صفحہ ۸۸ پر ہے :

دیگر واقعہ اَبو بریدہ اَسلمی است کہ ابو سلیمان خطابی آوردہ است کہ چوں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بشرفِ مدینہ مشرف شد و بقرب ونواحی آن رسید بریدہ اسلمی با ہفتاد نفر از قوم خود باشارت کفار قریش کہ در گرفتن سید رسل صلوات اللہ وسلامہ علیہ برآمدہ بود۔ آنحضرت فرمودند تو چہ کسے و چہ نام داری گفت نام من بریدہ است ۔ آنحضرت بطریق تفاؤل کہ عادت

شریف برآن جاری بود از مادۂ اشتقاقِ آن کہ برودت است ومبنی است از سلامت وسکون و جمعیت بابوبکر فرمودند قد برد امرنا و صلح. یعنی خوشی وخنکی شد کار ما را کہ آخر روے بصلا حیت دارد۔ باز فرمودند کدام قبیلہ؟ گفت از بنی اسلم فرمود سلمنا خیر وسلامت است ۔فرمود از کدام بنی اسلم؟ گفت بنی سہم فرمود أصبت سهمك یافتی سہم خود یعنی نصیب وحصہ خود از اسلام ۔ و بعد ازاں بریدہ از آنحضرت پرسید تو چہ کسے فرمود منم محمد بن عبد اللہ رسول اللہ بریدہ بمجر دشنیدن نام آنحضرت ایمان آورد و گفت أشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه و أشهد أن محمدا عبده ورسوله وجماعت کہ باوی بودند نیز بشرف اسلام مشرف شدند۔ بریدہ عرض کرد یارسول اللہ باید کہ در وقت در آمدن در مدینہ لواے ہا تو باشد پس بریدہ عمامہ خود را از سر بر آورد و بہ نیزہ بہ بست و پیش پیش روان شد۔(۱)

یعنی (اس سلسلہ میں) دوسرا واقعہ حضرت ابو بریدہ اسلمی کا ہے جسے ابوسلیمان خطابی نے بیان کیا ہے کہ ہجرت کے موقع پر جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئےتو اس بیچ بریدہ اسلمی اُن ستر نو جوانوں کے ساتھ اچانک آپ کے سامنے آگئے ،جنھیں کفارِ قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

(۱) اس واقعہ کے اصل مصادر عربیہ یہ ہیں: دلائل النبوۃ: ۲۲۱/۲......اخلاق النبی لابی الشیخ الاصبہانی: ۲/ ۳۴۰ حدیث: ۷۳۸......سبل الہدیٰ والرشاد: ۲۵۲/۳......الانوار فی شمائل النبی المختار: ۳۷۷/۱......اسد الغابۃ: ۱۱۰/۱......المنتظم: ۲۸۰/۱......مختصر تاریخ دمشق: ۱۷۴/۲......تاریخ الاسلام ذہبی: ۹۴/۱......خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ: ۸۹/۱۔

سرکار نے پوچھا: تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے؟۔

کہا: میرا نام بریدہ ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادتِ مبارکہ کے مطابق ان کے نام کی فال نکالتے ہوئے فرمایا کہ بریدہ تو برودت سے نکلا ہے جس کے اندر سکون و سلامتی کا عنصر موجود ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر کے ساتھ سارے لوگ بول اُٹھے: پھر تو ہمارا معاملہ ٹھنڈا ہو گیا اور بات بن گئی۔ پھر آپ نے پوچھا: کس قبیلے سے تمہارا تعلق ہے؟۔

کہا: بنی اسلم سے ہوں۔فرمایا: پھر تو سارے اُمور خیر و عافیت سے انجام پذیر ہو جائیں گے۔ پوچھا کہ بنی اسلم کی اصل کیا ہے؟ کہا: یہ قبیلہ بنی سہم کی ایک شاخ ہے۔فرمایا: پھر تو تم نے اسلام سے اپنا حصہ پا لیا۔اس کے بعد بریدہ نے پوچھا کہ یہ بتائیں آپ کون ہیں؟۔فرمایا: میں محمد بن عبداللہ،اللہ کا رسول ہوں۔آپ کا نام نامی سننا تھا کہ حضرت بریدہ فوراً مسلمان ہو گئے اور کلمہ شہادت 'أشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه و أشهد أن محمدا عبده ورسوله' پڑھ لیا،اور آپ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ بھی مشرف باسلام ہو گئے۔ بریدہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مدینہ کے اَندر داخل ہوتے وقت اگر آپ کے ساتھ کوئی جھنڈا یا نشان ہوتا تو کیا بات تھی! (اس سے معلوم ہوتا کہ کائنات کی کوئی عظیم ہستی چلی آ رہی ہے)۔چنانچہ (اِجازت پاکر) حضرت بریدہ نے اپنے عمامہ کو سر سے اُتار کر اپنے نیزے پر باندھ لیا اور (جھنڈا لیے) آگے آگے چلنے لگے۔

حاصل کلام یہ کہ مشائخین صالحین کے اِستقبال کے لیے دَف کے ساتھ پرچم لے جانا مذکورہ بالا صحیح اَحادیث اور معتبر روایات کی روشنی میں جائز و درست ہے۔اِختصار کے پیش نظر زیادہ دلیلیں درج نہیں کی گئیں۔

مخفی نہ رہے مشائخ وصالحین اور پیروانِ شرع مبین کی تعظیم وتوقیر کرنا ہر مومن کے لیے ایک اَمر ضروری ہے۔ بالخصوص مرید کو اپنے مرشد کی تعظیم وتکریم بجالانا لازمی ہے۔ متقدمین مشائخ کرام کی تصنیفات مثلاً ملفوظات سیدنا احمد الکبیر الرفاعی ، آداب المریدین، غنیۃ الطالبین اور قول الجمیل وغیرہ کتابوں میں تفصیل سے یہ سارے اَحوال موجود ہیں۔

تمام مشائخین کاملین نے اپنے اپنے سلسلہ کے لیے جداگانہ رنگ ووضع کا نشان (پرچم) مقرر کیا ہے۔جس پر وہ خود عمل پیرا رہے اور ان کے توابعین و متعلقین بھی، اور تاحال (یہ سلسلہ زریں) یوں ہی جاری ہے۔مگر کچھ لوگ غلبۂ نفسانیت کے باعث دوسرے طریقہ کے نشان وسلسلہ وغیرہ کو بغیر اِجازت وخلافت اپنے عمل میں لاتے ہیں جو کہ سراسر بزرگانِ سلف کے طریق کے خلاف اور غلط محض ہے؛ وجہ اس کی یہ ہے کہ بے اِجازت شخص بے فیض ہوتا ہے۔اور ہر طریقے کی جو غرض وعلامت مقرر ہے اس سے وہ باقی نہیں رہ پاتی؛ کیوں کہ جن مشائخ یا جماعت کے ہمراہ جس رنگ یا جس وضع کا نشان ہوتا ہے تو اس سے فوراً بغیر دریافت کیے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ فلاں سلسلے سے (متعلق) ہیں۔

بزرگوں نے یہ طریقہ کتنا عمدہ مقرر فرمایا ہے-خداوند قدوس ہمیں اس کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے-تاکہ شکوک و وسواس پیدا کرنے والی ساری چیزیں لوگوں کے دلوں سے دور ہوجائیں اور اہل صدق و وفا دھوکا نہ کھائیں۔آمین ثم آمین۔اس اجمال کی تفصیل مشائخ کرام کی کتابوں میں موجود ہے اور یہ بڑی مشہور بات ہے جسے بتانے کی کوئی حاجت نہیں۔معمولی علم رکھنے والا بھی ان سے واقف وآگاہ ہے۔

جھنڈے پر کلمہ طیبہ وغیرہ لکھنے کا حکم

سوالِ یازدھم :

نشانوں کے کپڑے پر کلمہ طیبہ یا اسمائے متبرکہ تحریر کرنا اور تعظیم کے ساتھ ان کا رکھنا درست ہے یا نہیں؟۔

جوابِ یازدھم :

نشانوں کے کپڑے پر کلمہ طیبہ یا اَسمائے متبرکہ لکھنا جائز و درست ہے۔ ہاں! اس کی بے ادبی اور بے تعظیمی نہ ہونے پائے۔ چنانچہ درمختار کے ۔کتاب الطہارۃ۔ میں ہے :

بساط أو غیرہ کتب علیه الملک للّٰہ یکرہ بسطه و استعماله لا تعلیقه للزینة . (۱)

یعنی اگر کسی کپڑے وغیرہ پر 'الـمُلْکُ لِلّٰہِ' لکھا ہو تو اس کا بچھانا اور استعمال کرنا مکروہ ہے۔ مگر زیب و زینت کی خاطر اس کا لٹکانا مکروہ نہیں۔

نیز اسی درمختار کے ۔باب صلوٰۃ الجنائز۔ میں ہے :

عن الفتح أنه قال تکرہ کتابة القراٰن و اسماء اللّٰہ تعالیٰ علی الدراھم و المحاریب و الجدران و ما یفرش و ما ذاک إلا لاحترامه و خشیة وطیه . (۲)

(۱) درمختار:۱/۱۹۳......البحر الرائق شرح کنز الدقائق:۲/۲۸۵......ردالمحتار:۲/۱۵......المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی:۵/۲۹۷......

(۲) ردالمحتار:۶/۴۱۷......تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق:۱/۲۴۶......فتح القدیر:۱/۳۱۰۔

یعنی 'فتح' کے حوالے سے آیا ہے کہ درہم، محراب اور دیوار وفرش وغیرہ پراسمائے الٰہیہ اورقرآن کی آیتیں لکھنا مکروہ ہے۔ہاں! اگراس کی تعظیم وتوقیر کی جائے اوراس کی بےادبی نہ ہوتو درست ہے۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے :

و لو کُتب القرانُ علی الحیطان و الجُدَران بعضهم قالوا: یرجی أن یجوز، و بعضهم کرهوا ذٰلک مخافة السقوط تحت اقدام الناس . (۱)

یعنی پردے یا دیوار پرقرآن لکھنے کے تعلق سے علماے کرام کی مختلف رائیں ہیں بعض نے اس کو جائز مانا ہے اوربعض نے اسے مکروہ جانا ہے اس احتیاط کے پیش نظر کہ شاید وہ گرکرلوگوں کے پاؤں تلے روندے جائیں۔

مواہب لدنیہ میں اِمام قسطلانی الشافعی' عم رسول حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اَحوال میں تحریرفرماتے ہیں :

قد عقد له لواء أبیض و اللواء هو العَلَم الذي یحمل في الحرب یعرف به موضع صاحب الجیش، و قد یحمل صاحب الجیش و قد یدفعه لیقدم العسکر . و قد صرح جماعة من أهل اللغة بترادف اللواء والرأیة ولکن روي أحمد و الترمذي عن ابن عباس کانت رأیة رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم سوداء و لواء ه أبیض، و مثله عند الطبراني عن بریدة و عن عدي عن أبي هریرة و زاد مکتوب فیه لا إلٰه إلا اللّٰه محمد رسول اللّٰه . (۲)

(۱) فتاویٰ ہندیہ معروف بہ فتاویٰ عالمگیری:۴۳/۶۷۔

() سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد:۳۷۱/۷ و ۳۷۳......عیون الاثر:۴۰۶/۲......اخلاق النبی لابی الشیخ الاصبہانی:۴۴۴/۱ حدیث:۴۰۴۔

یعنی حضرت حمزہ کو ایک سفید نشان دیا گیا تھا۔اور لوا اُس علم کو کہتے ہیں جو جنگ میں اُٹھائے رکھا جاتا ہے تا کہ لشکر کے سرخیل کا مقام معلوم ہو۔اس علم کو بسا اوقات سردار خود اُٹھاتا ہے اور کبھی اسے لشکر کے آگے رکھ دیا جاتا ہے۔بعض اہل لغت نے لوا اور رایۃ کو مترادف کہا ہے۔مگر امام احمد و ترمذی نے حضرت ابن عباس سے جو روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رایۃ سیاہ اور لواء سفید تھا (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں کچھ فرق ہے اور یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں) حضرت بریدہ وعدی اور ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہوئے امام طبرانی نے بھی یہی بات فرمائی ہے مگر اس میں اتنا اضافہ ہے کہ اس نشان کے اوپر ''لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا۔

مذکورہ بالا اَحادیث صحیحہ اور روایاتِ فقہیہ سے صراحتاً ثابت ہوگیا کہ نشان کے کپڑے پر کلمہ طیبہ یا اَسماے متبرکہ تحریر کرنا جائز و درست ہے، بشرطیکہ اس کی تعظیم و توقیر میں کوئی کوتاہی نہ واقع ہو۔

صوفیہ کے بارے میں نازیبا کلمات کہنے کا حکم

سوالِ دوازدھم :

صوفیہ کرام مثلاً رفاعیہ، قادریہ، چشتیہ وغیرہم کی مجالس مذاکرہ میں وجد و رقص کی جو حالت پیدا ہو جاتی ہے اس مجلس مذاکرہ نیز اس میں شاغلین و ذاکرین کو شیطان بھوت یا کفار وغیرہ سے مشابہت دیتے ہوئے بے جا اور نازیبا کلمات ان کی شان میں کہنا اور ان پر کفر کا اطلاق کرنا کہاں تک درست ہے؟۔

جوابِ دوازدهم :

صوفیہ کرام کے طریقہ ذکر واذکار اور ان کی مجالس مذاکرہ پر طعن وتشنیع کرنا سنگین جرم وخطا اور گمرہی وبد نصیبی ہے؛ کیوں کہ وہ لوگ ہرگز شریعت کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے، اور کسی (سچے پکے) اہل طریقہ نے' (نہ تو خود) صوم وصلوٰۃ اور حج وزکوٰۃ کو چھوڑا اور نہ ہی دوسروں کو اس سے باز رکھا۔

چنانچہ اس سلسلے میں شیخ عبد الوہاب شعرانی اپنی کتاب-الیواقیت والجواہر- میں فرماتے ہیں :

قال الشيخ مجد الدين الفيروز آبادي صاحب كتاب القاموس في اللغة : لا يجوز لأحدٍ أن ينكر على القوم ببادي الرأي لعلو مراتبهم في الفهم و الكشف و قال لم يبلغنا عن أحدٍ أنه أمر بشيء يهدم الدين و لا نهىٰ أحد عن الوضوء و لا عن الصلوٰة و لا عن غيرهما من فروض الإسلام و مستحباته انما يتكلمون بكلام يدق عن الافهام و كان يقول قد يبلغ القوم في المقامات و درجات العلوم الى المقامات المجهولة التي لم يصرح بها كتاب ولا سنة و لكن أكابر العلماء العاملين قد يردون ذٰلک إلى الكتاب والسنة بطريقٍ دقيقٍ لحسن استنباطهم و حسن ظنهم بالصالحين و لكن ما كل أحدٍ يتربص إذا سمع كلاماً لا يفهمه بل يبادر إلى الإنكار على صاحبه و خلق الإنسان عجولا .

یعنی صاحب قاموس شیخ مجد الدین فیروز آبادی فرماتے ہیں کہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ کشف وفہم میں اعلیٰ مقام رکھنے والے صوفیہ کرام کو بادی الرأی میں ٹھکرادے۔ مزید فرماتے ہیں کہ ہمیں کبھی کسی کے ذریعہ یہ نہیں معلوم ہوا کہ

انھوں نے کسی ایسی بات کا حکم دیا ہو جس سے دین کی بنیاد میں دراڑ پڑتی ہو، نہ ہی انھوں نے کبھی کسی کو اسلام کے فرائض و مستحبات مثلاً نماز و وضو وغیرہ سے منع کیا۔ ہاں! وہ ایسی باتیں ضرور کرتے ہیں جو ذہن و فکر کی رسائی سے بالاتر ہوتی ہیں۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ ایسے مقامات پر فائز ہو جاتے ہیں اور علم کے ایسے نامعلوم زینے طے کر لیتے ہیں جن کی کتاب و سنت میں صراحت نہیں ملتی؛ لیکن اکابرین علما (مسائل میں) تعمق نگاہی، حسن استنباط اور صالحین کے ساتھ خوش گمانی رکھنے کے باعث ان (کی نکات آفرینیوں) کا سررشتہ کتاب و سنت سے جوڑ دیتے ہیں۔ لیکن ایسا کرنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ کیوں کہ لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ جیسے ہی کسی کی بات سنی، اور وہ اس کی عقل و فہم کے چوکھٹے میں فٹ نہیں ہو پا رہی تو فوراً اس کے اوپر اعتراضات کے بوچھار لگا دیتا ہے، اور (ایسا کیوں نہ ہو، انسان) پیدائشی جلد باز واقع ہوا ہے۔

اُن جاہلوں کی بات ہی کچھ اور ہے جو خود کو صوفی تصور کر کے اپنی کم علمی و نافہمی کے باعث بے جا اور نازیبا کلمات کہہ ڈالتے ہیں۔ بلکہ -نعوذ باللہ- بسا اوقات اَحکام شرع سے تجاوز کر کے درجہ کفر تک پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے گمراہ لوگوں اور باطل فرقوں کی شدت سے خبر لینی چاہیے، انھیں تنبیہ کرنی چاہیے، اور ان کو ایسی غیر شرعی باتوں اور ایسے برے کاموں سے سختی سے روکنا چاہیے۔

(شریعت نبوی کے مطابق اُن کے چند اَقوال کی تردید اِس فقیر نے ''طریق شریعت'' نامی ایک رسالہ میں تفصیل سے بیان کر دی ہے)۔

صوفیانِ باصفا اور سالکانِ راہِ ہدیٰ جو کہ شریعت نبوی پر کاربند اور ظاہری و باطنی ہر طرح کے علوم و فیوض سے بہرہ ور ہیں۔ اور آیت کریمہ: **الَّذِینَ یَذْکُرُونَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّ قُعُوداً وَّ عَلٰی جُنُوبِھِمْ** o کے مطابق ذکر و اَذکار ایزدی میں جد و جہد کرنے کے باعث بلند و بالا مرتبہ پاتے رہتے ہیں۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ اللہ کے کچھ فرشتے اہل ذکر کو تلاش کرتے پھرتے ہیں، اور جہاں ذاکرین کو پاتے ہیں تو انھیں اپنے پروں سے اوّل آسمان تک ڈھانپ لیتے ہیں......پھر جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو گواہ بنا کر فرماتا ہے کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ تو ان میں سے ایک فرشتہ بول اُٹھتا ہے کہ پروردگار! ان میں تو فلاں گنہ گار بندہ بھی شامل ہے جو اُن کی راہ پر نہیں، کسی کام سے آیا تھا مگر لوگوں کو بیٹھا دیکھ کر خود بھی بیٹھ گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ فرشتو! گواہ رہنا ہم نے اس کو بھی بخش دیا۔ بلاشبہہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا شقی یعنی بے نصیب نہیں رہتا (۱)۔

مس ناقص از طفیل کیمیا زری شود ☆ اِختیارِ صحبتِ کامل کن و کامل برآ

(۱) پوری حدیث کا متن یوں ہے :

عن أبي هريرة قال قال رسول اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إن لِلّٰهِ ملائِكة يطوفون فِي الطرقِ، يلتمِسون أهل الذِكرِ ، فإذا وجدوا قوما يذكرون اللّٰه تنادوا هلمُّوا إلى حاجتِكم قال فيحفونهم بِأجنِحتِهِم إلى السماء الدنيا قال فيسألهم ربهم وهو أعلم مِنهم ما يقول عِبادِي قالوا يقولون يسبِحونک ، ويكبرونک ، ويحمدونک ويمجدونک قال فيقول هل رأوني قال فيقولون لا و اللّٰهِ ما رأوک قال فيقول وكيف لو رأوني قال يقولون لو رأوک كانوا أشد لک عِبادة ، و أشد لک تمجِيدا، و أكثر لک تسبِيحا قال يقول فما يسئلوني قال يسئلونک الجنة قال يقول وهل رأوها قال يقولون لا واللّٰهِ يا ربِ ما رأوها قال يقول فكيف لو أنهم رأوها قال يقولون لو أنهم رأوها كانوا أشد عليها حِرصا ، و أشد لها طلبا ، و أعظم فِيها رغبة قال فمِم يتعوذون قال يقولون مِن النارِ قال يقول و هل رأوها قال يقولون لا واللّٰهِ ما رأوها قال يقول فكيف لو رأوها قال يقولون لو رأوها كانوا أشد مِنها فِرارا ، و أشد لها مخافة قال فيقول فاشهِدكم أني قد غفرت لهم قال يقول ملک مِن الملائكةِ فِيهِم فلان ليس مِنهم إنما جاء لِحاجة قال هم الجلساء لا يشقى بِهِم جلِيسهم .

(صحیح بخاری:۲۵۲/۲۱ حدیث:۶۴۰۸......صحیح مسلم:۲۹۴/۱۷ حدیث:۷۰۱۵......سنن ترمذی:۱۵۸/۱۳ حدیث:۳۹۴۹......مسند احمد:۱۶۰/۱۶ حدیث:۷۶۲۹......شرح السنۃ بغوی:۲۷۶/۲......مستدرک حاکم:۳۶۸/۴ حدیث:۱۷۷۵......معجم صغیر طبرانی:۲۱۲/۳ حدیث:۱۰۷۰......شعب الایمان بیہقی:۱۰۱/۲ حدیث:۵۵۹......صحیح ابن حبان:۲۰۶/۴ حدیث:۸۵۸......مسند طیالسی:۳۱/۷ حدیث:۲۵۴۷)

تو اب غور کرنا چاہیے کہ جن کے نزدیک بیٹھنے والا بہرہ یاب ہو کر اُٹھے تو پھر اُن شاغلین وذاکرین، ان کی مجلس مذاکرہ، اور اُن کے غیر بناوٹی حالت وجد ورقص کو شیطان بھوت اور کفار وغیرہ سے تشبیہ دینا اور اُن کی شان میں بے جا و ناروا کلمات کہنا کس طرح درست ہوگا! (اور یہ کہاں کا انصاف ہے!)۔

فتاویٰ خلیلی جلد ثانی صفحہ ۲۵۹ مطبوعہ مصر میں ہے :

و أما قوله في الرقص والتواجد أول من أحدثه أصحاب السامري، فكيف يجوز لمسلم أن يشبه الذاكرين اللّٰه كثيرا بالكافرين و قال تعالىٰ : اَ فَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ o (سورۂ قلم:۳۵/۶۸)

و قال تعالىٰ : اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ اَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰت سَوَاءٌ مَحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ o (سورۂ جاثیہ:۲۱/۴۵)

یعنی رقص وتواجد کی نسبت ان کا یہ کہنا کہ اس کی ایجاد کرنے والے (عہد موسوی کے) اصحابِ سامری ہیں، (بڑی عجیب سی بات ہے) کیا کسی مسلم کے لیے روا ہے کہ وہ اللہ کا کثرت سے ذکر والوں کو کافروں سے تشبیہ دے۔ جب کہ باری تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: ''کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کی طرح (محروم) کردیں گے''۔ نیز (ایک دوسری جگہ) فرماتا ہے: ''کیا وہ لوگ جنھوں نے برائیاں کمارکھی ہیں یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مانند کردیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے (کہ) ان کی زندگی اور ان کی موت برابر ہو جائے۔ جو دعوی (یہ کفار) کررہے ہیں نہایت برا ہے''۔

اگر چہ بعض کتابوں میں طریقہ صوفیہ پر اِعتراضات تحریر ہیں لیکن ان کے وہ اعتراضات دو صورتوں سے خالی نہیں۔ اول یہ کہ اس سے ان کی مراد جھوٹے اہل تصوف

ہوں گے جو (شیطان کے بہکاوے میں آکر) خلافِ شرع باتوں پر عمل پیرا ہیں۔ دوم یہ کہ شاید ان مصنّفین نے محض جاہلوں کے اقوال وافعال کو دیکھتے ہوئے صوفیانِ صدق و صفا اور رہروانِ طریق ہذا کو بھی بدگمانی سے ان کے اوپر قیاس کر لیا ہو اور پھر بلا استثنا مطلقاً سب پر اپنی زبانِ طعن دراز کر دی ہو۔

بذکرش ہر چہ بینی در خروش است
ولی داند دریں معنی کہ گوش است

لہٰذا ہمیں یہ ہرگز نہ چاہیے کہ ان کی بدگمانی کی پیروی کرتے ہوئے خود کو بھی گرفتارِ معصیت کر دیں، اور ان کی طرح اُس گروہِ حق پر ناحق تہمت باندھ دیں؛ کیوں کہ بدگمانی مسلمانوں پر قطعی حرام ہے۔

فتاویٰ خلیلی جلد ثانی صفحہ ۲۶۱ مطبوعہ مصر میں اس کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے، اختصار کے پیشِ نظر صرف اس کا خلاصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے :

و الحاصل ان أصحاب هٰذا المنقول من الفقهاء إذا أساؤا ظنونهم في طائفة من الصوفية فحملوا أحوالهم في ذكر اللّٰه تعالىٰ على اللهو واللعب و طعنوا في شأنهم مما يعلمه اللّٰه تعالىٰ لا يلزمنا نحن أن نتبعهم في سوء الظن في أهل الذكر في جميع الأزمان و نرتكب هٰذه المعصية كما ارتكبوها، و نعتقد أنها طاعة و قد قال تعالىٰ : يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ ۝ (سورۂ حجرات: ۴۹/۱۲) فإن سوء الظن بالمسلم حرام قطعي و التاويل واجب في أفعاله و أقواله كما قاله العلماء و السماع عند طائفة الصوفية غير السماع عند الفقهاء من الأحكام الشريعة فإن طائفة قلوبهم فارغة من سوء الظن في أحد من البرية .

یعنی خلاصہ کلام یہ کہ فقہائے کرام میں سے جنھوں نے ایسا قول کیا ہے (اس

کی حقیقت یہ ہے کہ وہ) جب گروہِ صوفیہ میں کسی کے بارے میں بدگمان ہوتے ہیں تو اللہ کے ذکر وفکر سے متعلق ان کے اَحوال کو لہو ولعب اور خرافات کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اور پھر خدا معلوم کس کس طرح سے انھیں اپنے طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ تو اہل ذکر کے حوالے سے ہر دور میں جو بدگمانیاں ہوتی رہی ہیں ان کی ٹوہ میں لگے رہنا یہ ہمارا فرضِ منصبی نہیں ہے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ انھوں نے جو غلطی کی ہم بھی اسی غلطی کا نیکی خیال کرتے ہوئے اعادہ کرتے پھریں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! زیادہ تر گمانوں سے بچا کرو''۔ کیوں کہ ایک مسلم کے ساتھ بدگمانی رکھنا حرام قطعی ہے۔

ان صوفیہ کرام کے جو افعال واقوال ہیں ان کی مناسب تاویل کرنی چاہیے جیسا کہ اہل علم کا ہمیشہ سے یہی شعار رہا ہے۔ اور احکام شریعت کے تعلق سے صوفیہ کرام اور فقہاے اسلام کے سماع میں بڑا فرق ہے؛ کیوں کہ صوفیوں کی جماعت ایسی ہوتی ہے جن کے دل بدگمانیوں سے پاک ہوتے ہیں اور بھری مخلوق میں سے کسی کے لیے وہ بدگمان نہیں ہوتے۔

پروردگار عالم جملہ اہل اسلام کو توفیق خیر عنایت فرمائے، اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی نصیب کرے۔

یا اِلٰہی چشم بینائی بدہ ☆ دردلم ازعشق سودائی بدہ
آتش افگن دردلم مانندطور ☆ شعلہ خیز داز تجلی ہاے نور

یعنی اے پروردگار میری آنکھوں کو بینائی عطا کر دے۔ میرے دل کو عشق حقیقی کا سودائی بنا دے۔ میرے دل کے اندر کوہِ طور کی مانند آگ بھڑکا دے۔ تا کہ اس کے اَنوار وتجلیات سے فضاے دل شعلوں سے معمور ہو جائے۔

تذکرۂ سلطان العارفین شیخ سید اَحمد کبیر رفاعی -علیہ الرحمہ-

چوں کہ یہ رسالۂ سلسلہ عالیہ رفاعیہ سے متعلق ہے؛ اس لیے حقیقت بین ناظرین کے اِستفادے کے لیے سلطان العارفین، برہان الواصلین، الغوث المعظم والقطب المکرّم شیخنا ومولانا السید احمد الکبیر الحسینی الموسوی الرفاعی -قدس سرہ العزیز واَعاد اللہ علینا من برکاتہ- کا ذکرِ جمیل بطورِ برکت اختصار کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

مشائخ دہر اور اَولیاے عصر پر آپ کی عظمت وفضیلت درجۂ ثبوت اور پایۂ تحقیق تک پہنچی ہوئی ہے۔ چنانچہ صاحب ''تـریاق المحبین'' نے لکھا ہے کہ شیخ محمد خطیب الحدادی کے روبرو جب حضرت سید احمد کبیر رفاعی اور دوسرے اولیاء اللہ کا ذکر آتا تو آپ حضرت شیخ رفاعی کے فضائل ومناقب میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

لا تقس بارق النجوم بشـمس
بینهـا و النجـوم فـرق عظیم

فاحذر أن یقال عینک عمیا
و إلا فــمکابــر أو لــئیــم

یعنی ستاروں کی چمک دمک کا سورج سے کیا موازنہ!۔ سورج اور ستاروں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے؛ لہٰذا اس سے بچو کہ تمہاری آنکھوں کو اَندھی کہا جائے۔ یا پھر یہ کہ تمہیں متکبر یا کمینہ کہہ کے پکارا جائے۔

مصنف موصوف لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی -قدس سرہ العزیز- کی مجلس میں شیخ رفاعی کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا :

السیـد احـمـد الرفاعي حجة اللّٰه علی أولیائه الیوم و صاحب هٰذه المأدبة .

یعنی شیخ احمد کبیر رفاعی اولیاے کرام پر اللہ تعالیٰ کی حجت، اور آج بھی خوانِ ولایت کے میزبان ہیں۔

پھر مندرجہ ذیل شعر فی البدیہ حضرت شیخ رفاعی کی شان میں اِرشاد فرمایا۔

هٰذا الذي سبق القوم الأولى و إذا
رأيته قلت هٰذا آخر الناس

یعنی یہ وہ شخصیت ہیں کہ پہلے دور کے لوگوں کی یادگار معلوم ہوتے ہیں، جب تم انھیں دیکھو گے تو یہ کہنے پر مجبور ہو جاؤ گے کہ بس بزرگی انھیں پر ختم ہے، (اب زمانہ شاید ان کی مثال پیش کر سکے)۔

مصنف مذکور ہی نے 'شفاء الاسقام' کے حوالے سے لکھا ہے کہ بعض عارفین جمالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم' سید احمد کبیر الرفاعی کے مراتب وصفات بیان کرتے ہوئے فرما رہے ہیں: سید احمد الرفاعی علم وفضل کا بادشاہ ہے، اس کی ہدایت ورہبری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مخلوق توجہ اور وصول اِلی اللہ سے بہرہ یاب ہوگی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ فنا اور فناء الفنا باللہ ہے، اور اس کا حال' مقال سے بڑھ کر ہے، (یعنی وہ گفتار سے کہیں زیادہ کردار وعمل کا غازی ہے)۔

اس پر قیاس کرتے ہوئے اَندازہ لگائیں کہ اُن کے فضائل ومراتب کتنے بیحد وبے شمار اور روزِ روشن کی مانند آشکار ہیں۔ مگر اس مختصر سے رسالے میں ان سب کو بیان کرنے کی کہاں گنجائش ہے!۔

مفاخره تأبى عن الحصر انها
متى مر منها مفخر جاء مفخر

سلوا الشمس عنها أنها هي دونها
و آياته الزهراء من الشمس أظهر

یعنی اس مجموعہ خوباں ہستی کے فضائل ومناقب حد وشمار سے باہر ہیں۔
کیوں کہ ابھی ایک خوبی کا بیان مکمل نہیں ہو پاتا کہ دوسری سامنے آجاتی ہے۔
اس کے محامد ومفاخر سورج سے پوچھو کیوں کہ وہ خود اپنے آپ کو اس سے کمتر
سمجھتا ہے۔اوراس کی درخشندہ عظمت وکرامت 'اظہر من الشّمس ہے۔

نام ونسب

آپ کا نام نامی اسم گرامی سید اَحمد محی الدین ہے،اورعلومرتبت کے باعث 'کبیر' بھی آپ کے نام کا جز بن گیا۔کنیت اَبوالعباس اور لقب رفاعی ہے۔اس لقب کا سبب اکثر کتابوں میں یہ تحریر ہے کہ آپ کے جدامجد سید حسن اصغر رفاعۃ الہاشمی المکی 'رفاعہ' کے لقب سے مشہور تھے تو بس اسی مناسبت سے آپ کا لقب بھی رفاعی پڑ گیا۔جب کہ صاحب 'تحفۃ الاولیاء' وغیرہ نے یہ لکھا ہے کہ آپ کو یہ لقب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عنایت ہوا ہے۔اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔اورعوام میں جو یہ مشہور ہے کہ آپ کے جد مادری حضرت سیدنا رفیع الدین کی نسبت سے آپ کا لقب رفاعی ہوا تو یہ غیر معتبر ہے۔

آپ کے والد ماجد کا نسب یوں ہے: سید نورالدین ابوالحسن علی المکی بن سید یحییٰ بن سید ثابت بن سید حازم بن سید احمد بن سید علی بن سید ابوالمکارم الحسن المعروف بہ رفاعہ المکی بن سید مہدی بن سید محمد ابی القاسم بن سید حسن بن سید حسین بن سید موسیٰ الثانی بن الامام سید ابراہیم المرتضیٰ بن الامام موسیٰ الکاظم ،اس کے آگے امام حسین رضی اللہ عنہ تک نسب مبارک مشہور ومعروف ہے۔

خرقہ خلافت

خرقہ خلافت ومشیخت آپ کو شیخ علی القاری الواسطی سے عطا ہوا۔ (سلسلہ زریں کچھ یوں ہے) شیخ علی القاری الواسطی...... شیخ الاعظم ابوالفضل محمد بن کامخ...... شیخ علی بن علام بن ترکان...... علی البازیاری...... علی العجمی...... ابوبکر شبلی...... سید الطائفہ شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی...... سری السقطی...... معروف کرخی...... داؤد طائی...... حبیب عجمی...... ابوسعید حسن بصری...... حضرت امام المشارق والمغارب سیدنا علی بن ابی طالب...... سلطان المرسلین، حبیب رب العالمین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

'تحفۃ الاولیاء'، شفاء السقام، براہین، تریاق المحبین اور عجائب واسطہ وغیرہ میں لکھا ملتا ہے کہ حضرت شیخ رفاعی نے (خلق خدا کی رہبری کے لیے) مکہ معظّمہ سے تشریف لا کر جب بصرہ کے قریب اُم عبیدہ کے مقام پر سکونت اختیار کی، اور آپ کے اندر بدرجۂ اَتم موجودٔ زہد و ریاضت کا چرچہ دیگر شہروں اور ملکوں تک پہنچ گیا۔ (پھر کیا ہوا) یہ خبر ہدایت اَثر سن کر اس نعمت عظمیٰ کو غنیمت جانتے ہوئے اکثر علماے کرام اور مشائخ عظام نے بہ خلوصِ نیت بیعت کر کے آپ سے ظاہری و باطنی فیوض و برکات حاصل کیے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ آپ کی حیات میں سلسلہ رفاعیہ کے خلفا و منسلکین کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ ان میں اکثر مشاہیر کے نام نامی اسم گرامی بھی کتب مذکورہ میں تحریر ہیں۔

فقہی مذہب اور آپ کی تصنیفات

آپ مذہباً شافعی اور فقیہ کامل تھے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات بہت ہیں: مثلاً

تفسیر میں معانیِ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم......تفسیر سورۃ القدر۔ حدیث میں الروایۃ۔ علم تصوف میں طریق الی اللہ......حالۃ اہل الحقیقۃ مع اللہ...... بہجۃ۔ اور فقہ شافعی وغیرہ میں شرح التنبیہ......حکم...... احزاب......اور برہان المؤید نہایت عمدہ اور معتبر کتابیں ہیں۔ اس طرح آپ کی کل چھ سو باسٹھ (۶۶۲) کتابیں ہیں۔

راتب رِفاعیہ کی تاریخی حیثیت

طریقہ عالیہ رفاعیہ آپ ہی سے جاری ہے۔ آپ نے مریدین و متعلقین کے لیے ذکر اذکار کا ایک خاص طریقہ مقرر کر رکھا ہے جسے ''راتب رفاعیہ'' کہا جاتا ہے۔ امام المورخین قطب مدینہ شیخ عبداللہ مطری اپنی کتاب ''انوارِ احمدی'' میں اس کی حقیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں :

ایک روز قطب الاقطاب، سلطان العارفین سیدنا احمد کبیر الرفاعی الحسینی -قدس سرہ و روحہ- اپنے اصحاب و مریدین کو معرفت و محبت الٰہی کی تعلیم و ہدایت دے رہے تھے، ساتھ ہی بعض خلفا کو حکم دے رہے تھے کہ ہر شب جمعہ اور شب دوشنبہ بعد نمازِ عشا آدھی رات تک ذکر جہر و نفی و اثبات جلی و خفی میں مشغول رہے۔ دل' حضورِ باری کی جانب متوجہ رہے، اور جب تک اس حلقہ ذکر میں رہے وجد و شوق کے ساتھ ذکر الٰہی میں مستغرق رہے۔ نیز فرماتے کہ اگر تو چاہے تو ہر شب اسے تنہا پڑھ لیا کرتا کہ تیرا باطن چمک اُٹھے۔

مورخ موصوف نے مزید لکھا ہے کہ اس حلقہ مذکورہ میں قصائد و اشعار دف کے ساتھ پڑھے جاتے لیکن ذکر کی آواز دَف کی آواز سے بلند رہا کرتی تھی۔ نیز ذکر سننے کے بعد وجد و شوق کی حالت میں وہ آلات آہنی (مثلاً گرز و شمشیر و سیخ وغیرہ) سے اپنے بدن پر ضرب کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی عنایت اور آپ کے فیض و برکت سے (کرنے والے کو) کچھ بھی نقصان نہ پہنچاتے تھے۔ شیر و گرگ اور سانپ بچھو کو پکڑنا، آگ میں داخل

ہونا اور پانی پر چلنا (آج تک) آپ کے توابعین میں جاری ہے۔کذافی انوار احمدی للمطری۔

یہ مجلس راتب' خاندانِ رفاعیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔جس طرح سماع محدود ہے طریقہ چشتیہ کے ساتھ۔یوں ہی ہر سلسلہ کے پیشواؤں نے اپنے توابعین ومریدین کے لیے ذکر کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا ہے جس کی تعمیل صاحب سلسلہ کی اجازت کے بغیر ناروا اور بے سود ہے۔(ظاہر ہے) اگر صاحب سلسلہ سے اجازت لیے بغیر وہ چیز ہٹ دھرمی سے چلادیں تو وہ فیض کہاں سے نصیب ہوگا جو کہ ایک صاحب اجازت کو حاصل ومیسر ہے۔

کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ہیچ کس از خود بخود چیزے نہ شد ☆ ہیچ آہن ہم بخود تیزے نہ شد
مولوی از خود نہ شد مولائے روم ☆ تا غلام شمس تبریزی نہ شد

یعنی کوئی شخص از خود کوئی چیز نہیں بن جاتا۔کسی لوہے کے اندر خود بخود تیزی پیدا نہیں ہوجاتی۔

مولوی اپنی ذاتی قابلیت ولیاقت سے مولائے روم نہیں بن گیا۔اسے مولائے روم بننے کے لیے پہلے شمس تبریزی کی غلامی اختیار کرنا پڑی تھی۔

وہ بزرگ مزید فرماتے ہیں۔

علم باطن ہم چو زبد و علم ظاہر ہمچو شیر
کے شود بے شیر زبد و کے شود بے پیر پیر

یعنی علم باطن کی مثال مکھن کی سی ہے اور اس کے مقابلے میں علم ظاہر دودھ کی مانند ہے۔جس طرح بغیر دودھ کے مکھن وجود میں نہیں آسکتا اسی طرح کوئی شخص

بغیر کسی کے سے وابستہ ہوئے (کامل) پیر نہیں بن سکتا۔

(عربی کا مشہور مقولہ ہے) مَنْ خَدِمَ خُدِمَ . یعنی جو دوسروں کی خدمت کیا کرتا ہے، ایک وقت آتا ہے کہ لوگ خود اس کے خدمت گزار بن جاتے ہیں۔

بیعت و اِجازت کے اَحوال و کیفیات مشائخ عظام کی کتابوں مثلاً 'القول الجمیل' وغیرہ میں خلاصہ وار تحریر ہیں، اس مختصر رسالہ میں اس کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔

اِزدواج واَولاد

تاریخ ونسب سے متعلق کتابوں میں مذکور ہے کہ آپ نے کئی ایک شادیاں کیں اور ان سے بہت سے بچے پیدا ہوئے۔(بتایا جاتا ہے کہ) آپ کے بارہ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، جن میں سے چار صاحبزادوں کے ذریعہ آپ کا نسب جاری ہو کر مختلف ملکوں میں پھیلا، جب کہ آپ کے آٹھ بیٹے' اولاد کی دولت سے محروم رہے۔

فرزند اکبر سید صالح رفاعی اپنے والد بزرگوار کی موجودگی ہی میں دنیا سے چلے گئے اور سیدی یحیٰی البخاری کے قبے میں مدفون ہیں۔ ان کے بیٹے سید محمد شمس الدین جانشین ہوئے جن کی نسل' واسط، بصرہ، اور سبیلیات وغیرہ میں پھیلی ہوئی ہے۔

دوسرے فرزند سید محمد معدنِ اسرار اللہ الرفاعی والد گرامی کے پردہ فرما جانے کے بعد تخت سجادگی و تولیت پر متمکن ہوئے ۔آپ کی قبر سعید مصر میں زیارت گاہِ عالم ہے۔آپ کی اولاد مصر وشام، سبیلیات و مدینہ منورہ، عجم واستنبول اور ہندستان کے شہر بمبئ وسورت وغیرہ میں موجود ہے۔

تیسرے فرزند سید ابراہیم النقیب ہیں جن کے بیٹے سید احمد صیاد سے آپ کا نسب حویزہ، بوشہر، اور بندر ریک وغیرہ میں معروف ومشہور ہے۔

چوتھے فرزند سید علی سکران تھے جن کے بیٹے سید شمسان رفاعی سے آپ کی نسلیں عراق و ماوراء النہر، اور ہندو قندھار وغیرہ میں بکھری ہوئیہیں۔

بقیہ آٹھ فرزندوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں : سید اسماعیل المجذوب...... سید یوسف...... سید عبد الفتاح...... سید ابوالمحامد حسن...... سید حسین...... سید موسیٰ...... سید محمود......اور سید عبدالمحسن -نفعنا اللہ بار واحہم- جو لا ولد رہے۔

دوصاحبزادیوں میں سے پہلی کا نام خدیجہ تھا جن کو زینب بھی کہتے ہیں۔اور دوسری فاطمہ تھیں-علیہم الرحمۃ والرضوان-۔'تریاق، سفینہ احمدی، انسابِ طالبیہ، الدرۃ المضیئۃ، روضۃ الانساب، خلاصۃ الانساب اور بحرالانساب' وغیرہ میں یوں ہی ہے۔

کرامات وتصرفات

حضرت شیخ سید احمد کبیر رفاعی -قدس سرہ- کی کرامات وتصرفات بے شمار ہیں اور مشہور و معروف بھی۔سیرت وتاریخ کی معتبر کتابوں مثلاً تاریخ امام یافعی، تاریخ تریاق، سواد العینین امام رافعی، الانتصاح فی ذکر الصلاح، تریاق المحبین، اور نزہۃ المجالس وغیرہ میں ان کی تفصیلات موجود ہیں۔یہاں بغرضِ اختصار بس دو ایک کراماتِ خیر آیات تحریر کی جاتی ہیں۔

حضرت عمرو ابی الفرج الفاروقی سے منقول ہے کہ ایک روز شہر واسط کے دریا کے کنارے ہم میں سے اکثر لوگ قطب المعظم سیدنا احمد کبیر الرفاعی کے ہمراہ موجود تھے کہ اچانک آپ نے نعرہ لگاتے ہوئے فرمایا کہ مجھے یوں الہام ہوا ہے کہ اے احمد! اپنے جد اَمجد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے جا، وہاں تیرے لیے ایک سعادت بھری نعمت واَمانت رکھی ہوئی ہے جو مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تجھے عطا فرمائیں

گے؛ لہٰذا اب میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آمادہ ہوں، تم لوگوں کا کیا اِرادہ ہے؟۔اس وقت سید عبد الرزاق الحسینی نے فوراً کھڑے ہوکر فی البدیہ یہ شعر موزوں کر کے عرض کیا۔

مر كل امر فانا لا نخالفه☆ وحد حدا فانا عنده نقف

یعنی جو کچھ اِرشادِ عالی ہو ہم کبھی اس کی مخالفت نہیں کر سکتے بلکہ اس کی تعمیل کے لیے ہمہ وقت ہم بسر وچشم حاضر ہیں۔

الغرض آپ وہاں سے لوگوں کے ساتھ اُم عبیدہ تشریف لائے اور اسبابِ سفر تیار کر کے عازم حجاز ہو گئے۔ مصنف کی شہادت کے مطابق یہ واقعہ ۵۵۵ھ کا ہے۔آپ کے حج بیت اللہ کے اِرادے کو دیکھ کر لوگوں کی ایک بڑی جماعت آپ کی معیت میں سوئے حجاز روانہ ہوگئی۔حج کے جملہ ارکان ومناسک ادا کرنے کے بعد آپ زیارتِ نبوی کے لیے روانہ ہوئے۔ اور برہنہ پیادہ پا چلتے ہوئے روضہ اقدس تک پہنچے۔اس وقت کوئی نو ہزار (۹۰۰۰) سے زیادہ لوگ (آپ کے ساتھ) موجود تھے۔

حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی نمازِ عصر کے بعد حرم نبوی میں داخل ہوئے۔سارے زائرین' حرم اقدس اور اس کے اطراف وجوانب میں جمع تھے۔شیخ رفاعی نے قبر انور کے قریب ہو کر نہایت ادب واِنکسار سے تحفہ سلام پیش کیا: **السلام علیک یا جدی** فوراً انعام واِکرام کے طور پر آپ کو جواب ملا: **و علیک السلام یا ولدی** ، جسے حاضرین نے اپنے کانوں سے سنا۔سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اس درجہ شفقت ورحمت ہونے کے باعث فرطِ ذوق وشوق میں سید احمد کبیر رفاعی پر وجد وکپکپی کی کیفیت طاری ہوگئی، کھڑے رہنے کا یارانہ رہا۔تھوڑی دیر بعد قبر شریف سے نزدیک ہو کر نہایت عجز و فروتنی سے یہ رباعی پیش کی۔

في حالة البعد روحي كنت أرسلها

تقبل الأرض عني و هي نائبتي

و هٰذه دولة الاشباح قد حضرت

فامد يمينك كي تحظى بها شفتي

یعنی (اے اللہ کے رسول) ہجر وفراق اور دوری ومجبوری کے عالم میں اپنی روح کو اپنا نائب بنا کر (آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کے لیے) بھیج دیا کرتا تھا، جو میری طرف سے خاکِ حرم چومنے کی سعادت حاصل کرتی تھی۔ اور آج قسمت نے یاوری کی اور یہ ہیچ مداں خود حاضر بارگاہِ عالی ہو گیا ہے، تو اپنا دایاں ہاتھ (قبر انور سے باہر) نکالیں تاکہ میرے ہونٹ بھی انھیں بوسہ دینے کی عزت وسعادت پالیں۔

سبحان اللہ! شیخ رفاعی پر رسول خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیا بارشِ نوازش وکرم ہے کہ ابھی رباعی مکمل بھی نہ ہونے پائی تھی کہ قبر مبارک شق ہوئی اور معجزانہ طور پر آپ کا دست مبارک چمکتے سورج کی مانند اس سے باہر نکلا، حضرت شیخ رفاعی نے فوراً اس کے بوسے لیے، جس کی برکت سے آپ فوائد ظاہری اور کمالاتِ باطنی کا مجموعہ بن گئے۔ جس وقت یہ واقعہ رونما ہوا، اس وقت وہاں بہت سے اَصحاب فضل وکمال موجود تھے لیکن صاحب تریاق المحبین کی شہادت کے مطابق وہاں پر موجود اولیاے کرام اور مشائخ عظام کے اسماے گرامی یہ ہیں: شیخ عقیل المنجی، شیخ حیاۃ بن قیس الحرانی، شیخ عدی بن مسافر، شیخ عبد القادر الجیلانی، شیخ احمد الزعفرانی، اور شیخ سید عبد الرزاق الحسینی۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اولیاے کاملین اور مشائخین صالحین وہاں موجود تھے۔شرف المحتم، التنویر، اور نزہۃ المجالس وغیرہ میں ایسا ہی ہے۔

اصحابِ کرامت مآب اور اَرباب ولایت انتساب سے مروی ہے کہ ایک روز

حضرت سیدنا پیر پیراں میر میراں محی الدین شیخ عبدالقادر الجیلانی- رحمہ اللہ تعالیٰ- نے اپنے خادم خاص کو سلطان العارفین شیخ احمد الکبیر الرفاعی کی بارگاہ میں بھیجا اور زبانی کہلوا دیا کہ شیخ سے جا کر پوچھو :

ما العشق؟.

یعنی عشق کیا چیز ہے؟۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی نے خادم سے جب **ما العشق** سنا تو ایک آہِ جگر دوز سینۂ پرسوز سے نکالی اور فرمایا :

العشق نار يحرق ما سوى اللّٰه تعالىٰ .

یعنی عشق اس آگ کو کہتے ہیں جو اللہ جل مجدہ کے سوا ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دے۔

چنانچہ آپ کی اُس آہِ جانکاہ کی تاثیر سے پہلے تو وہ درخت جل کر خاک ہو گیا جس کے زیر سایہ آپ تشریف فرما تھے، اور پھر وہ خاکستر، پانی بن کر آپ کے بیٹھنے کی جگہ پہنچ کر برف کی مانند جم گیا۔

خادم خاص نے یہ حال پرملال دیکھنے کے بعد حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی بارگاہ میں لرزاں وترساں حاضر ہو کر بادیدۂ نم ساری کیفیت بیان کر دی۔ آپ نے فرمایا: تم اسی مقام پر واپس جاؤ، اور جس جگہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا جسم مبارک محبت الٰہی کی گرمی سے جل کر پہلے خاکستر اور پھر فیوضاتِ ربانی سے پانی ہو گیا تھا، اس جگہ کو عطر وگلاب وغیرہ عطریات سے معطر کر دو اور اس پانی کے اردگرد بخور جلاؤ دیکھنا ان کا جسم مبارک پھر عالم عنصری میں رجوع کرے گا۔

چنانچہ اس خادم نے حسب اِرشاد تعمیل کی۔ ابھی ایک ساعت بھی نہ گزری تھی کہ حضرت سید احمد کبیر الرفاعی نے مقام فنا فی الفنا "**موتوا قبل أن تموتوا**" سے پھر

رجوع کیا، اور وہ پانی قدرتِ الٰہی سے جسم کی صورت اختیار کر گیا، اور سید احمد کبیر الرفاعی -قدس سرہ- کلمہ پڑھتے ہوئے اُٹھ بیٹھے۔

قادرا قدرت تو داری ہر چہ خواہی آں کنی
مردہ را جانے تو بخشی زندہ را بے جاں کنی

یعنی اللہ جل مجدہ کی توفیق قدرت سے آپ بھی قدرت رکھتے ہیں اور جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ جس مردے کو چاہیں زندگی بخش دیں اور جس زندہ کو چاہیں بے جان کر دیں۔

جس وقت یہ خبر فرحت اَثر حضرت سیدنا شیخ عبد القادری الجیلانی -رحمہ اللہ تعالیٰ- کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: جو اولیا فنا در فنا کے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو پھر اس عالم عنصری میں رجوع کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ ہاں دو ولی ایسے ہوئے ہیں جو عالم عنصری میں لوٹ آتے ہیں۔ ایک تو یہی سید احمد کبیر الرفاعی ہیں اور دوسرے اگلے زمانے کے ایک بزرگ ہوئے ہیں کہ ان کا بھی یہی حال تھا۔

شہ سوارانے کہ دیدند حسن یار ☆ یافتند دریاے حسنش بے کنار
جملہ گشتند غرق بحر حسن دوست ☆ نے خبر از بحر دارند نے کنار

یعنی کچھ ایسے شہ سوار بھی ہیں جو حسن یار کو تکنے میں لگے ہوئے ہیں، اور انھیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دریاے حسن کا کوئی کنارہ نہیں ہے۔

پھر کیا ہوا کہ سارے کے سارے اسی حسن دوست کے سمندر میں غرق ہو کر رہ گئے۔ پھر نہ انھیں سمندر کا ہوش رہا اور نہ کنارے کی خبر رہی۔

-کذا فی گلدستہ کرامات وغیرہ- واللہ اعلم۔

ولادت ووفات

آپ کی ولادت با سعادت جمعرات کے دن یکم رجب المرجب ۵۱۲ھ میں ہوئی۔آپ نے چھیاسٹھ سال کی عمر پائی۔ جمعرات ہی کے دن بوقت عصر-اکثر مورخین کے بقول-۲۲/ جمادی الاول ۵۷۸ھ کوام عبیدہ کے مقام پر آپ کا اِنتقال ہوا، اور وہیں آپ کا روضۂ مبارک زیارت گاہِ خلائق ہے۔

رضي اللّٰه عنه و نفعنا اللّٰه به في الدنيا و الآخرة و بجميع عباد اللّٰه الصالحين آمين و ما توفيقي إلا باللّٰه، حسبي اللّٰه و نعم الوكيل نعم المولىٰ و نعم النصير.

كتبه خادم الطلاب و المشائخين

السيد نور الدين سيف اللّٰه

ابن صاحب السجاده السيد حسام الدين الحسينى الموسوى الرفاعي — عفا اللّٰه عنهما و عن سائر المسلمين— آمين يا رب العالمين .

تصدیقاتِ علماے دین ومفتیانِ شرعِ متین

قد صح الجواب. كتبه خادم الشرع الشريف

قاضي شريف عبد اللطيف لونڈے

قاضي شجزيره معموره بمبئی و تعلقه رتناگيري

ما ظهر في هٰذا الفتوىٰ من الروايات الشرعية

والمسائل الفقهية فهو صحيح كتبه السيد

علوي بن محمد أحمد العيدروس عفي عنهم

ما فيه المسطور فهو صحيح

و قد أصاب فيما أجاب والله أعلم بالصواب

كتبه خادم الطلبة القاضي إسماعيل المهري

–عفا الله تعالىٰ عنه و عن والديه–

ما أجاب المجيب فهو فيه مصيب

كتبه خادم الشرع القاضي

شيخ محمد مرگهي –عفي عنه–

ما حرره في هٰذه الرسالة فهو صحيح

خادم العلماء محمد كاظم –عفي عنه–

ما حرر في هٰذه الرسالة فهو صحيح

كتبه خادم الطلاب ضياء اللّٰه بن مولوي

محمد أحسن –عفا اللّٰه عنهما و جميع المسلمين–آمين.

الأمر كما كتب. كتبه أضعف السالكين

السيد أبو النصر حسام الدى الحسيني

الموسوي الرفاعي–عفي عنه– آمين.

الأمر كما ذكر. كتبه العبد المسكين

السيد عماد الدين الرفاعي– عفى عنه–

الجواب صحيح. كتبه سيد جهانگير

بن سيد مير غازي صاحب القادري–عفي عنهما–

حامدا و مصليا و مسلما

فی الواقع بعد قیل وقال صحیح یہی ہے کہ دف بجانا شرعاً مباح ہے، نیز اشعار وقصائد حسنہ پڑھنا بھی درست ہے۔ اور وجد صحیح کے وقت بلا اختیار تحرک وتمایل میں معتمد قول کے مطابق کچھ کلام نہیں۔ یوں ہی شمشیر وخنجر وغیرہ سے ضرب کرنا بلا تصنع وشعبدہ بازی اور عدم ضرر واضرار، دینی مصلح کے پیش نظر جائز ہے۔ اسی طرح لفظ ''یا'' یا بغیر یا (بزرگوں سے) استمداد وتوسل مذہب منصور جمہور کے مطابق جائز ہے۔ علم ونشان زمانۂ نبوی میں تھے اور جنگ و جہاد کے وقت ساتھ ہوتے تھے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں جھنڈے کے ساتھ داخل ہوئے– کما ذکرہ الحبیب– یوں ہی کلمہ طیبہ وغیرہ کا جھنڈے کے اوپر لکھنا بشرط حفظ حرمت درست ہے۔ اور اولیاے کرام– نفعنا اللہ ببرکاتہم– کی نسبت بے جا کلمات کہنا دنیا وآخرت میں وبال ونکال کا باعث ہے۔

حرره العبد المفتقر إلى مولاه عبيد اللّٰه

–جعل اللّٰه آخرته خيرا من أولاه–

تحریر مجیب لبیب بلاشک صحیح و درست ہے۔
اور تقریر حبیب مصیب ہدایت منکر کے لیے نجیح و چست ہے۔

حرره أحقر عباد اللّٰه المنان محمد خليل الرحمن

–عفا الله عنه و عن والديه وعن جميع المسلمين بالفضل والاحسان–

ما قاله مولانا فصحيح و معتمد. كتبه خادم الشرع

القاضى إسماعيل الجلمائي الشافعي

–عفا اللّٰه تعالیٰ عنه و عن جميع المومنين– آمين يا رب العالمين.

تحریر مجیب بلا ریب صحیح ہے اور طریقہ رفاعیہ بموجب ارشادِ سیدنا الشیخ سید عبد القادر الجیلانی –قدس سرہ العزیز– طریقہ حقہ سے ہے۔ جیسا کہ حضرت محبوب سبحانی نے اپنے

قصیدے میں ارشاد فرمایا ہے۔

کـــذا ابن الرفاعي كان مني

ليسئل لي طريقي و اشتغالي

اور دف بجانا رفاعیہ کا بموجب طریق اپنے کے ان کو جائز ہے جیسا کہ حدیقۃ الندیۃ شرح طریقۂ محمدیہ وغیرہ میں ہے۔

حرره المحمود حرسه اللّٰه الودود.

جو کچھ مجیب نے لکھا ہے بے شک صحیح ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی -رحمہ اللہ- نے مدارج النبوۃ کی جلد اول باب دہم میں حکم سماع اور دف وغیرہ بجانے کے تعلق سے طرفین کے اقوال تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور ان کی اباحت میں بہت سے دلائل پیش کیے ہیں، جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ یوں ہی انبیا و اولیا سے توسل و استمداد کے طریقے پر ندا کرنا جائز ہے۔ چنانچہ فصل الخطاب میں اس کی شرح و تفصیل موجود ہے۔

كتبه عبد المذنب الذي هو في بحر المعاصي غريق

الفقير الحقير محمد صديق

–وقاه اللّٰه في الآخرة من النار الحريق–

شکریہ

-الحمد للہ والمنّۃ - کہ علمائے باتمکین ، قاضیانِ شرع مبین اور مشائخ اَہل اِرشاد وتلقین نے اِس رسالہ صداقت مقالہ کو عنایت کی آنکھوں سے ملاحظہ ومطالعہ فرما کر اپنے دستخط ومواہیر سے مرتب ومزین فرمایا۔ بالخصوص حضرت عموی صاحب قبلہ وکعبہ مولانا مولوی حاجی سید عماد الدین صاحب الرفاعی اور حضرت مولانا واستاذنا مولوی حاجی عبید اللہ صاحب -مدظلہما- نے بہ نظرِ صحت و اِصلاح نہایت تحقیقات سے ملاحظہ فرماکے بندے کو ممنون ومشکور گردانا۔

احقر مولف ان سب حضرات بابرکات کا تہِ دل سے شکر گزار ہے- خداوند عالم ان صاحبانِ ذیشان کو سلامت باکرامت رکھے اور جزائے خیر عنایت فرمائے-

تقریظ جلیل

افسر شعرائے شیریں سخن، فخر سخنورانِ گجرات ودکن

معروف ومشہور جناب محمد منظور صاحب منظورؔ

اے امارت وسیادت تضمین، اے صاحب علم وحلم فصاحت وبلاغت تمکین، عالی جاہ رفعت پناہ، والا مناقب مولانا سید نور الدین صاحب سجادہ، مسند آرائے رفاعیہ۔ **جزاکم اللّٰہ خیر وحرسکم اللّٰہ من کل ضیر** ۔ حبذا مرحبا صد مرحبا، آفریں بلکہ ہزار آفریں کہ آپ نے بطورِ خاص اس زمانے میں جب کہ اکثروں کے عقیدے بودے ہوگئے ہیں۔ لوگ ایسے خواب غفلت میں سوگئے ہیں کہ بزرگانِ دین واَولیاے سالکین بلکہ قطب الاقطاب، ائمہ عالی جناب، اہل بیت اطہار، اصحاب کبار، تک کی بزرگی یا خرقِ عادات کا جب کچھ ذکر آتا ہے تو اس کو ایک فسانہ جانتے ہیں اور اس سلسلہ میں کسی کی نہیں مانتے ہیں۔

آپ نے یہ رسالہ ایسا لکھا ہے کہ باید وشاید!، میں نے اس عجالہ کو اوّل سے آخر تک دیکھا۔ اس میں بارہ سوال مع جواب باصواب معتبر کتابوں کے حوالے سے تحریر ہیں۔ پھر اخیر میں ایک فائدہ لکھا ہے جس میں اختصار وخوبی کے ساتھ سیدنا احمد الکبیر الرفاعی کے حالات وکرامات درج ہیں۔

یہ رسالہ ایسے دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ سے پُر ہے کہ مخالفین کو چون وچرا کرنے کی مجال نہیں، کسی کو یارائے قیل وقال نہیں۔ ہم سوائے اس کے اور کچھ نہیں لکھتے کہ باری تعالیٰ آپ کے جدامجد کے طفیل آپکو اِس کی جزاے خیر عطا فرمائے۔

(اخیر میں کئی ایک قطعاتِ تاریخ درج تھے جنھیں بخوفِ طوالت' حذف کردیا گیا ہے)

کتابیات:

- قرآن کریم۔ ابتدائے نزول: ۶۱۰ء- انتہائے نزول: ۹ رذی الحجہ ۱۰ھ/ ۶۳۲ء
- مسند الطيالسي : سلیمان بن داؤد طیالسی [۲۰۴ھ]
- مصنف عبد الرزاق: ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانی [۲۱۱ھ]
- مصنف ابن أبي شيبة: ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن احمد نسفی [۲۳۵ھ]
- مسند ابن أبي شيبة: ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن احمد نسفی [۲۳۵ھ]
- مسند امام احمد بن حنبل: امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی [۲۴۱ھ]
- صحیح بخاري : امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری [۲۵۶ھ]
- المعجم الكبير : امام سلیمان بن احمد طبرانی [۲۶۰ھ]
- المعجم الأوسط: امام سلیمان بن احمد طبرانی [۲۶۰ھ]
- المعجم الصغير: امام سلیمان بن احمد طبرانی [۲۶۰ھ]
- صحيح مسلم: امام ابو الحسین مسلم بن الحجاج قشیری [۲۶۱ھ]
- سنن ابن ماجه: امام عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی [۲۷۳ھ]
- سنن ابی داؤد: امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث [۲۷۵ھ]
- الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم: ابوبکر بن عمرو بن ضحاک مخلد شیبانی [۲۸۷ھ]
- السنن الكبرىٰ للنسائي: امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی [۳۰۳ھ]

- سنن نسائی: امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی [۳۰۳ھ]
- مسند أبي يعلى الموصلي : احمد بن علی موصلی [۳۰۷ھ]
- مستخرج أبي عوانة : یعقوب بن اسحاق اسفرائنی [۳۱۶ھ]
- صحيح ابن حبان : ابوالشیخ محمد بن حبان [۳۵۴ھ]
- أخلاق النبي لابي الشيخ الأصبهاني : ابومحمد عبداللہ بن محمد انصاری [۳۶۹ھ]
- مستدرک للحاکم : محمد بن عبداللہ بن حمدویہ حاکم نیساپوری ابن البیع [۴۰۵ھ]
- حلية الأولياء : ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی [۴۳۰ھ]
- مسند الشهاب القضاعي : ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قضاعی شافعی [۴۵۴ھ]
- دلائل النبوة للبيهقي :ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- السنن الکبریٰ للبیهقي : ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- شعب الايمان للبيهقي : ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- المغني لابن قدامة : ابوالمعالی بغدادی معروف بہ ابن قدامہ [۴۸۶ھ]
- شرح السنة للبغوي : ابومحمد حسین بن مسعود بن محمد فراء بغوی شافعی [۵۱۶ھ]
- شرح البخاري ابن بطال : ابوالحکم بن زکریا بن بطال برہانی کوفی اشبیلی [۵۴۹ھ]
- تاريخ مدينة دمشق : علی بن حق دمشقی معروف ب ابن عساکر [۵۷۱ھ]
- الروض الأنف : ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی [۵۸۱ھ]
- المنتظم في تاريخ الأمم : عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی بغدادی [۵۹۷ھ]
- العلل المتناهية : عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی بغدادی [۵۹۷ھ]
- النهاية في غريب الأثر : محبّ الدین مبارک بن محمد جزری ابن اثیر [۶۰۶ھ]

- المحیط البرهاني في الفقه النعماني : ابوالمعالی محمود بن عمر حنفی ابن مازہ [۶۱۶ھ]
- إحكام الأحكام في أصول الأحكام : علی محمد سیف الدین آمدی شافعی [۶۳۱ھ]
- رياض الصالحين : حافظ ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی [۶۷۶ھ]
- المنهاج للنووي : حافظ ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی [۶۷۶ھ]
- تهذيب الآثار : احمد بن محمد طبری مکی شافعی [۶۹۴ھ]
- الإلمام بأحاديث الأحكام : تقی الدین ابوالفتح محمد بن علی ابن دقیق مالکی [۷۰۲ھ]
- عيون الأثر في فنون المغازي والشمائل والسير : ابن سید اندلسی [۷۳۴ھ]
- مشكوٰة المصابيح : شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی عراقی [۷۴۲ھ]
- تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق : فخرالدین عثمان بن علی زیلعی [۷۴۳ھ]
- البداية و النهاية : حافظ عمادالدین ابوالفداء اسمٰعیل ابن کثیر [۷۷۴ھ]
- تحفة المحتاج في شرح المنهاج : عمر بن احمد الوادیاشی اندلسی [۸۰۴ھ]
- مجمع الزوائد و منبع الفوائد : امام نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی [۸۰۷ھ]
- فتح القدير : محمد بن عبدالواحد کمال الدین حنفی معروف بہ ابن ہمام [۸۶۱ھ]
- المبدع شرح المقنع : ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن مفلح صالحی حنبلی [۸۸۴ھ]
- نزهة المجالس و منتخب النفائس : عبدالرحمٰن بن عبدالسلام صفوری [۸۹۴ھ]
- المقاصد الحسنة للسخاوي : شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی [۹۰۲ھ]
- جمع الجوامع : جلال الدین عبدالرحمٰن ابوبکر سیوطی [۹۱۱ھ]
- المواهب اللدنية بالمنح المحمدية : شہاب الدین احمد قسطلانی [۹۲۳ھ]
- سبل الهدىٰ و الرشاد : ابوعبداللہ محمد بن یوسف صالحی شامی [۹۴۲ھ]

- مواهب الجليل في شرح الشيخ خليل : محمد عبدالرحمٰن حطاب رعینی [۹۵۴ھ]
- البحر الرائق شرح كنز الدقائق : زین الدین ابن نجیم مصری حنفی [۹۷۰ھ]
- المطالب العالية : حافظ شہاب الدین احمد بن ابن حجر عسقلانی مکی [۹۷۳ھ]
- تخريج أحاديث الإحياء : حافظ شہاب الدین احمد بن ابن حجر عسقلانی [۹۷۳ھ]
- كنز العمال : علاء الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہانپوری [۹۷۵ھ]
- مغني المحتاج إلى معرفة ألفاظ المنهاج : محمد بن احمد شربینی مصری [۹۷۷ھ]
- نهاية المحتاج : محمد بن شہاب الدین احمد انصاری رملی [۱۰۰۴ھ]
- فيض القدير : شمس الدین عبدالرؤف مناوی شافعی [۱۰۳۰ھ]
- مدارج النبوة : ابو محمد عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ محدث دہلوی حنفی [۱۰۵۲ھ]
- الدر المختار : علاء الدین محمد بن علی حصکفی دمشقی حنفی [۱۰۸۸ھ]
- رد المحتار : سید محمد امین معروف ب ابن عابدین شامی حنفی [۱۲۵۲ھ]
- أسنى المطالب : سید محمد بن سید درویش بیروتی حوت حنفی [۱۲۷۶ھ]
- المسند الجامع : ابوالفضل سید ابوالمعاطی النوری [۱۴۰۱ھ]
- الفتاویٰ الهندية : جمعیت علماے اورنگ زیب عالم گیر
- فتاویٰ مختصر شافي : [ھ]
- غاية الأوطار ترجمه در المختار : [ھ]
- التخليص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير : [ھ]
- روضة المحدثين : [ھ]
- حاشيتا قليوبي و عميرة : [ھ]

- حاشية الجمل : [ص]
- حاشية البحيرمي : [ص]
- بريقه محموديه فى شرح طريقه محمديه : [ص]
- تحفة الأشراف : [ص]
- مسند الصحابة في الكتب التسعة : [ص]
- فتاوىٰ خليلي : [ص]

يقول أبو الرفقة محمّد افروز القادرى الثقافى الجرياكوتى– أدام اللّٰه له سلوک سبيل السنة و الجماعة – هٰذا ما وفقني اللّٰه تبارک و تعالىٰ و أعانني عليه من وضع هٰذا الكتاب الذي دأبتُ في ترتيبهٖ و تسهيله و تجديده و تهذيبهٖ و تذهيبه و تحقيقه و تخريجه بكل ما في وسعي و طاقتي و ﴿ لاَ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا مَا آتٰهَا ﴾ [طلاق : ۷] .

و إني أسئل اللّٰه سبحانه و تعالىٰ أن يجعل عملي هٰذا و جهدي خالصا لوجهه الكريم و هدية الىٰ جناب سيدي رسول اللّٰه العظيم أنجو به من نار الجحيم و ما توفيقي إلا باللّٰه العظيم عليه توكلت و إليه أنيب . قد بدأت عمل التسهيل و التخريج يوم الأربعاء ، ۲/ ربيع الأول عام – ۱۴۳۱ھ – الموافق شهر فبرائر – ۲۰۱۰ء – و كان الفراغ منه –بفضل اللّٰه و منته و توفيقه و معونته– في منتصف يوم الثلثاء ، ۸/ ربيع الأول عام – ۱۴۳۱ھ من الهجرة النبوية علىٰ صاحبها الصلوٰة و التحية– ، الموافق شهر فبرائر – ۲۰۱۰ء من ميلاد المسيح عليه الصلوٰة و التسليم– .

رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا إنْ نَسِيْنَا أو أخْطَأنَا

﴿تمّت و بالخير عمّت﴾

قلمی مجاہدے :

تصنیف و ترتیب

☆ چند لمحے اُم المومنین کی آغوش میں (م)
☆ بزم گاہِ آرزو (م)
☆ برکاتُ الترتیل (م)Online
☆ اے میرے عزیز! (م)
☆ مرنے کے بعد کیا بیتی؟ (م)Online
☆ پیاری نصیحتیں (غ)
☆ بولوں سے حکمت پھوٹے (غ)
☆ طوافِ خانہ کعبہ کے دوران (غ)
☆ کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی (غ)
☆ بچوں کے لیے چالیس حدیثیں (م)
☆ کاش! میاں بیوی ایسے ہوتے (غ)
☆ جلوۂ صد رنگ (مجموعہ تقاریظ نعمانی) (غ)
☆ نوجوانوں کی حکایات کا انسائیکلوپیڈیا (غ)
☆ 'وقت' ہزار نعمت (غ)
☆ کلامِ الٰہی کی اَثر آفرینی (غ)
☆ قاموس المعاصرین (غ)

تحقیق و ترجمہ

☆ تسہیل و تحقیق انوارِ ساطعہ (م)
☆ تسہیل و تحقیق تحفہ رفاعیہ (م)
☆ تسہیل و تحقیق شرحِ تحفہ محمدیہ (غ)
☆ فضائل شهر رجب لابن محمد خلال (م۴۳۹ھ)
- فضائل ماہِ رجب (غ)

☆ لفتة الكبد في نصيحة الولد لابن الجوزي (م۵۹۷ھ)
- امام ابن جوزی کی نصیحت اپنے لختِ جگر کے لیے (غ)
☆ لطائف المعارف لابن رجب الحنبلي (م۷۹۵ھ)
- علم وعرفان کی نکات آفرینیوں کے جلوے یارانِ نکتہ داں کے لیے (غ)
☆ الزهر الفائح في ذكر من ...... لابن الجزري (م۸۳۳ھ)
- وہ لوگ اور تھے! جن کا اِحرامِ ہستی گناہوں سے آلودہ نہ ہوا۔ (غ)
☆ بشرى الكئيب بلقاء الحبيب للامام السيوطي (م۹۱۱ھ)
- آزردہ خاطروں کے لیے رفیقِ اعلیٰ سے ملنے اِک مژدۂ جانفزا (غ)
☆ Evolution an historical lie By: Harun Yahya
- نظریہ اِرتقا ایک تاریخی فریب (از: ہارون یحییٰ، ترکی) Online (م)
☆ Stonege By: Harun Yahya
- پتھر کا زمانہ Online (م)
☆ The Prophet Muhammad By: Harun Yahya
- محمد رسول اللہ Online (م)
☆ The importance of Ahlus Sunna By:H. Yahya
- مقامِ اہلسنّت Online (م)
☆ Civilization of Virtue By: U. Noori Topbash
- نگارستانِ سعادت Online (م)
☆ گیارہویں شریف کا ثبوت (از: پروفیسر فیاض کاوش) (م)
- Historical Importance of the 11th Date
☆ (پیاری نصیحتیں) Wonderful Counsels (غ)
☆ ما فعل اللّٰه بک ؟ (غ)
☆ حكايات الشبّان (غ)
☆ حول كعبة اللّٰه المشرفة (غ)

مختلف علمی وفکری، اَدبی وتنقیدی اور فقہی وتحقیقی موضوعات پر
درجنوں مضامین ومقالات، تبصرے اور تجزیے۔

نعمانی بک ڈپو

کی فخریہ پیش کش

وقت ہزار نعمت

تالیف: محمد افروز قادری چریاکوٹی

وقت' ایک عظیم نعمت اور خداوند قدوس کی عطا کردہ بیش قیمت دولت ہے۔ قوموں کے عروج وزوال میں 'وقت' نے بڑا اہم کردار اَدا کیا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جن قوموں نے وقت کے ساتھ دوستی رچائی، اور اپنی زندگی کے شام وسحر کو وقت کا پابند کرلیا، وہ ستاروں پر کمندیں ڈالنے میں کامیاب ہوگئیں، صحراؤں کو گلشن میں تبدیل کردیا، اور زمانے کی زمامِ قیادت اپنے ہاتھوں میں تھام لی؛ لیکن جو قومیں 'وقت' کو ایک بیکار چیز سمجھ کر یوں ہی گنواتی رہیں تو وقت نے انھیں ذلت ونکبت کی اَتھاہ گہرائیوں میں ایسا ڈھکیل دیا کہ دور دور تک کھوجنے سے آج اُن کا نام ونشان تک نہیں ملتا!۔ لہٰذا ہوش کے ناخن لیں، اور اللہ تعالیٰ نے وقت کی شکل میں جو عظیم نعمت دے رکھی ہے اس کی قدر کریں؛ ورنہ یہ نعمت بہت جلد چھن جانے والی ہے، اور پھر کفِ اَفسوس ملنے کے سوا اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ وقت کی قدر وقیمت کے تعلق سے ایک بیش بہا تحفہ۔

علامہ ابن جوزی -۵۹۷ھ- کی دِل اَفروز نصیحت

اپنے لختِ جگر کے لیے

ترجمہ و تحقیق: محمد افروز قادری چریاکوٹی

عزیز بیٹے! جسے دولتِ عرفان نہیں ملتی وہ دنیا کی عمر کو بہت زیادہ سمجھتا ہے؛ لیکن پسِ مرگ اُسے معلوم ہو جائے گا کہ دُنیا کا قیام کتنا مختصر تھا۔ فرض کرو کہ ایک شخص کو ساٹھ سال کی زندگی ملی، تیس سال تو اُس نے سونے میں گنوادیے، اور قریباً پندرہ سال بچپن کے لااُبالی پن میں گزر گئے۔ اَب جو باقی بچے، اُن کا اگر دیانت داری سے جائزہ لو تو زیادہ تر اَوقات لذات وشہوات اور کھانے کمانے کی نذر ہو گئے۔ اَب جو تھوڑی بہت کمائی آخرت کے لیے کی تھی اُس کا اکثر حصہ غفلت اور ریا و نمود کی نحوست سے اَٹا ہوا ہے۔ اَب بتاؤ وہ کس منہ سے حیاتِ سرمدی کا سودا کرے گا، اور یہ سارا کا سارا سودا انھیں گھڑیوں اور سانسوں پر موقوف تھا!...... حدیث پاک کے مطابق ''سبحان اللہ و بحمدہٖ'' پڑھنے والے کے لیے جنت میں ایک باغ لگا دیا جاتا ہے، بیٹے! اَب ذرا فکر کو آنچ دے کر سوچو کہ زندگی کے قیمتی لمحات کو برباد کرنے والا کتنے بہشتی باغات کھو بیٹھتا ہے!!!۔

بچوں کی اخلاقی تربیت کے لیے کہانیوں کے ساتھ

چالیس حدیثیں

اَز: محمد افروز قادری چریاکوٹی

بچے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور چمنستانِ ہستی کے رنگ برنگے پھول ہیں، اُن کے اَخلاق پھول کی پتیوں کی طرح نازک ہوتے ہیں، اچھا اَدب اُن کے لیے بادِ بہار ہے جب کہ فحش لٹریچر بادِ خزاں۔

زندگی کے جس موڑ پر وہ کھڑے ہوتے ہیں وہ بڑا ہی نازک موڑ ہوتا ہے۔ عادتیں وہیں سے بنتی اور بگڑتی ہیں۔ اخلاقی تربیت کا یہ بیش بہا تحفہ دراصل اسی لیے پیش کیا جارہا ہے تاکہ ایک قابل رشک زندگی کی تعمیر میں وہ اس سے روشنی حاصل کرسکیں، اور قوم وملت کے لیے قیمتی سرمایہ بن سکیں۔ بچوں کے اَخلاق وکردار کی تعمیر وتطہیر کے حوالے سے یہ اَدنیٰ سی کوشش شاید آپ کے بچوں کی زندگی میں کامیابی کی للک پیدا کردے۔ یہ کتاب ہر گھر کے ٹیبل کی ضرورت ہے۔